امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ بمطابق اپریل 2016 شمارہ ۲

امارت اسلامیہ کی کامیاب پالیسی اور خوشی کی نئی لہر

مولوی سید محمد حقانی حالات زندگی پر ایک نظر

داعش کے کمانڈروں کا اعلان بیعت

انسانی تاریخ کے مظلوم شامی مہاجرین اور مغرب...

الحاج حافظ ملا عبدالقیوم ذاکر صاحب کا اعلان بیعت

ہتھیار کے ساتھ ساتھ قلم سے بھی جہاد کرنا چاہیئے

مذاکرات کے نام پر کیا ہو رہا ہے؟

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال جاء رجلٌ الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یارسول اللّٰہ ! کم اعفوعن الخادم ؟ فَصمتَ عنہ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم قال یارسول اللّٰہ ! کم اعفوعن الخادم ؟ قال : کُلَّ یوم سبعین مرۃ ۔

(رواہ الترمذی)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ! میں اپنے خادم (غلام یانوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر روز 70 مرتبہ۔

فرمان
امیرالمومنین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ

امارت اسلامیہ اپنی دیگر سرگرمیوں کے ساتھ سیاسی کوششیں بھی کررہی ہے۔ اور اس راہ میں عملی اقدامات بھی کرچکی ہے۔ اور اس مقصد کی خاطر امارت اسلامیہ کا خصوصی سیاسی دفتر بھی ہے جو پچھلے چند برس سے سرگرم عمل ہے۔ مختلف جہات سے روابط اور مذاکرات کا اختیار انہیں سونپ دیا گیا ہے۔ سیاسی دفتر نے امارت اسلامیہ کا یہ پیغام ہر کسی کو پہنچادیا ہے کہ ہم پڑوسی ممالک، خطے اور دنیا کے تمام ممالک خصوصا اسلامی ممالک سے اچھے اور قانونی روابط چاہتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے جنگ زدہ اور دکھی ملک سے جارحیت کے خاتمے میں دنیا کے آزاد ضمیر والے لوگ ہمارا تعاون کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۷، اپریل ۲۰۱۶/شمارہ ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیرنگرانی شائع ہوتا ہے، ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

امارت اسلامیہ کی کامیاب پالیسی اور خوشی کی نئی لہر	2
مولوی سید محمد حقانی حالات زندگی پر ایک نظر	3
برما کے مسلمانوں کی تاریخ اور موجودہ حالات	6
انسانی تاریخ کے مظلوم شامی مہاجرین اور مغرب...	8
جہادی میڈیا کی اہمیت وضرورت	14
امارت اسلامیہ کے مجاہدین عوام کے محافظ ہیں	17
ہتھیار کے ساتھ ساتھ قلم سے بھی جہاد کرنا چاہیے	18
مذاکرات بطور وسیلہ	19
اسلامی دنیا جارحیت پسندوں کے باہمی جنگوں کی زد میں	20
دشمن کا مذموم پروپیگنڈا...........	22
کرپشن میں ملوث حکمرانوں سے کرپشن ختم......	23
مذاکرات کے نام پر کیا ہورہا ہے؟	24
اسلام میں یتیم بچوں کی کفالت	25
جنگی جرائم [ماہ فروری]	27
مغرب کے پرانے اور بوسیدہ الزامات	29
افغانستان ماہ فروری میں	30
قلم، تحریر نگاری اور کتاب کی اہمیت	34
اسلام میں سلام کی حکمت اور اہمیت	37
داعش کے کمانڈروں کا اعلان بیعت	41
الحاج حافظ ملا عبدالقیوم ذاکر صاحب کا اعلان بیعت	42
افغان امن کے بارے میں غلط تصورات	43
جمادی الاولیٰ کے مہینے میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول	44

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکہ، اسٹریلیا، افریقہ، اور یورپی ممالک: 40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات: 30 ڈالر

بنگلہ دیش: 28 ڈالر

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine

Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine

Web: www.shahamat-urdu-com

E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

ادار یہ

امارت اسلامیہ کی کامیاب پالیسی اور خوشی کی نئی لہریں

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

بین الاقوامی سطح پر موجودہ حالات کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات نہ صرف یہ کہ ایک دردناک واقعہ بلکہ یہ عالمی سطح پر ایک بہت بڑا حادثہ تھا جس نے اسلام اور مسلمانوں کا درد رکھنے والے مسلمانوں کو غم، درد اور مستقبل کے حوالے سے بڑی تشویش میں مبتلا کیا اور ساتھ ہی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بڑے خوش تھے، اس لیے کہ امیر المومنین رحمہ اللہ اس تحریک کے بانی تھے جس نے افغانستان میں "امارت اسلامیہ کی شکل میں ایک ایسا شرعی نظام نافذ کیا جس سے خیر القرون کی یادیں تازہ ہوگئیں اور کفری نظاموں پر غم کے سایے پڑنے لگے اور وہ اس امارت اسلامیہ کے امیر تھے جس نے بحمد اللہ تعالیٰ ناکافی وسائل کے باوجود انسانی تاریخ کی سب سے بڑی اور جدید جنگی ساز وسامان سے لیس کفری اتحاد کو ناکوں چنے چبوائے اور نہ صرف یہ کہ 15 برس تک ان سے بر سر پیکار رہی بلکہ انتہائی ذلت آمیز شکست سے بھی دوچار کر دیا ہے یہاں تک اب انہیں بھاگنے کی راہ بھی دکھائی نہیں دیتی اور مجبور ہو کر امارت اسلامیہ سے صلح اور مذاکرات کی بھیک مانگ رہے ہیں لیکن ان کی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔

اس حادثے کے بعد مجاہدین کی وحدت میں تفرقہ اور صفوں میں انتشار پیدا کرنا امریکہ اور دیگر مغربی قوتوں کو نسبتاً آسان معلوم ہو رہا تھا اس لئے انہوں نے اس حوالے سے شب و روز کام کیا، امارت اسلامیہ کے خلاف خوب منفی پروپیگنڈا کیا، چھوٹی چھوٹی باتوں کو اچھالنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا حتی کہ اگر امارت کی طرف منسوب کسی چھوٹے اور غیر اہم شخص کی زبان سے بھی امارت کے خلاف کوئی بات نکل جاتی تو اسے امارت کا اہم اور بڑا نمائندہ پیش کرتے اور اس بات کو امارت اسلامیہ کی صفوں میں ایک بڑی دراڑ سے تعبیر کرتے اور اگر کہیں کسی ضلع میں کسی گروپ کے درمیان معمولی اختلاف رونما ہو جاتا تو اسے امارت اسلامیہ کے ٹوٹنے سے تعبیر کرتے تھے۔ یہ ایسے حالات تھے جس نے دنیا بھر میں بسنے والے محبان اسلام کو نہایت غمگین، دل برداشتہ اور مستقبل کے بارے میں تشویش میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ یہ لمحات امارت اسلامیہ کی مجلس شوریٰ اور افغانستان کے علماء کرام کے لیے انتہائی سخت اور آزمائش سے بھرپور لمحات تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان نازک لمحات سے نمٹنے کا ہنر اور امتحان میں کامیابی عطا فرمائی۔ مجلس شوریٰ کے تقریباً تمام اراکین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ کے نام پر متفق ہوگئے جنہیں امیر المومنین رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں اعتماد فرماتے ہوئے اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

افغانستان کے شیوخ و علماء کرام نے مجاہدین اور عام غیور مسلمانوں کو نئے امیر المومنین کی بیعت کی طرف دعوت دی جس پر تمام مخلص مسلمانوں اور مجاہدین نے لبیک کہتے ہوئے نئے امیر المومنین ملا اختر محمد منصور کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت اچھے انداز میں انجام پائی۔ امارت اسلامیہ کے تمام قائدین کا ایک امیر المومنین پر اتفاق اور عام غیور مسلمانوں کے ایک امیر پر جمع ہونے، نے امارت اسلامیہ کو ٹوٹنے سے بچالیا اور بحمد اللہ تعالیٰ امارت اسلامیہ جیسے پہلے متفق و متحد تھی ویسے ہی متفق، متحد اور ہر قسم کے انتشار و افتراق سے محفوظ رہی۔ جس سے دشمن کی تمام تر امیدوں پر پانی پھر گیا اور امارت اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے کی ساری کوششیں یکسر دم توڑ گئیں۔

واضح رہے کہ امارت اسلامیہ اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق بر قرار رکھنے کو دیگر تمام امور پر ترجیح دیتی ہے لیکن وحدت کے قیام اور بر قرار رکھنے کے نام پر کسی کو بھی شریعت کے اصولوں کو پامال کرنے یا تجاوز کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی اور نہ ہی اس میں بہتری سمجھتی ہے۔ موجودہ درپیش مسائل کے حل کے لیے امارت اسلامیہ ہمیشہ کی طرح آج بھی شرعی اصول میں رہتے ہوئے سہل ترین اور قابل عمل راستوں کی تلاش میں ہے اور جب تک یہ مسائل نرم اور آسان طریقے سے حل ہوسکتے ہیں تب تک سختی سے اجتناب کرے گی، امارت اسلامیہ کی قیادت ان خونخوار انقلابیوں اور جابر قیادتوں کی طرح نہیں ہے جو دن رات محنت کرنے والے اپنے لوگوں کو مشین کے بے جان پرزوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ یہاں اصول کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر چھوٹے بڑے کو اپنی رائے کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ دائرے سے نکلنا اور اصول کی ایسی خلاف ورزی کرنے کو امارت اسلامیہ نقصان دہ سمجھتی ہے جس سے صفوں میں قائم وحدت کو نقصان پہنچ سکتا ہو لیکن خلاف ورزی کرنے والے کو ختم کرنے یا راستے سے ہٹانے کو امارت اسلامیہ مسئلے کا حل نہیں سمجھتی بلکہ ایسے ساتھیوں کو اطمینان دلانا اور دوبارہ ان کو اپنی صفوں میں شامل کرنے کو کامیاب پالیسی سمجھتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ حضرات جنہوں نے امیر المومنین کی وفات کے بعد نئے امیر المومنین کی بیعت میں تاخیر کی تھی یا بیعت تو کرلی تھی لیکن کوئی عہدہ لینے سے کتراتے رہے تو امارت اسلامیہ نے جابر حکمرانوں کی طرح انہیں زچ نہیں کیا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کی بلکہ بہت ہی سنجیدہ، بہترین اور پروقار طریقے سے انہیں راضی اور مطمئن کرنے کی کوشش جاری رکھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں کو قبول کیا اور وہ حضرات یکے بعد دیگرے اپنی صفوں میں واپس آگئے اور امیر المومنین ملا اختر محمد منصور کی بیعت کا اعلان کیا یہاں تک کہ امارت اسلامیہ کے مجلس شوریٰ کے اہم رکن ملا عبد القیوم ذاکر صاحب نے بھی امیر المومنین ملا اختر محمد منصور صاحب کی بیعت کرلی اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سننے کو ملی کہ عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے برادر محترم ملا عبد المنان عمری کو مجلس شوریٰ کی طرف سے مجلس شوریٰ کی رکنیت اور دعوت وارشاد کمیشن کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے جو انہوں نے قبول کرلی ہے۔ اسی طرح امیر المومنین رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے مولوی محمد یعقوب کو بھی مجلس شوریٰ کی جانب سے مجلس شوریٰ کی رکنیت اور 15 صوبوں کی عسکری امور کی نگرانی سونپ دی گئی ہے جسے انہوں نے قبول کر کے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔

امیر المومنین رحمہ اللہ کے خاندان کے ان دونوں اہم شخصیتوں کو مذکورہ بالا ذمہ داریاں سونپنے سے افغانستان سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں خصوصاً مجاہدین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے، امارت اسلامیہ کے قائدین اور رہنماؤں کی تدبر، اعتدال فکر، غیر شرعی تشدد سے دوری، کامیاب پالیسی، مرحوم امیر المومنین رحمہ اللہ اور اپنے عالی اہداف کے ساتھ وفاداری پوری دنیا کے سامنے آشکار ہوگئی ہے اور مجاہدین کی صفوں میں دراڑ ڈالنے کی دشمن کی ساری کوششوں پر پانی پھر گیا ہے اور اس کی سب امیدیں خاک میں مل گئیں ہیں۔

ہم اسے ایک مثبت اقدام اور نیک فال سمجھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ عسکری امور میں مولوی یعقوب کی یہ بڑی ذمہ داری افغانستان میں دشمن سے بر سر پیکار مجاہدین کی صفوں میں نئی روح پھونکے گی اور جہادی محاذ خوب گرم ہوں گے اور تمام بیرونی غاصبین کی فرار اور شکست کے دن مزید قریب آئیں گے، ان شاء اللہ۔

مولوی سید محمد حقانی صاحب
حالات زندگی پر نظر

عبد الرؤف حکمت

2 جنوری 2016 کو امارت اسلامیہ کی اہم ستون اور عظیم شخصیت مولوی سید محمد حقانی نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ ماہانہ سلسلہ سوانح میں ان کے حالات زندگی پر ایک نظر ڈالی گئی ہے جو آپ کی نذر کی جارہی ہے۔

مولوی سید محمد حقانی حاجی لعل محمد اخوند کے صاحبزادے، پشتون اچکزئی قبیلے سے تعلق تھا۔ 1982 میں قندہار ضلع ڈنڈ کے مضافاتی علاقے میں شہر کے قریب علاقے محلہ جات میں ایک دیندار اور علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ وہ اپنے عالم باپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ بچپن ہی سے تعلیم کا آغاز کیا۔ گھر میں ابتدائی تعلیم کے بعد بہت کم عمری میں علاقے کے ایک جید عالم مولوی لال محمد اخند جو ننھیالی رشتے میں ان کے نانا لگتے تھے ان سے دینی علوم کا آغاز کیا اور ابتدائی کتب پڑھیں۔

کمیونسٹ انقلاب کے بعد علم کے لیے سفر سے پہلے قندہار شہر میں مختلف مساجد میں علماء کرام سے دینی علوم حاصل کیے۔ اور پھر علم کی تلاش میں پاکستان چلے گئے۔

علم سے بے انتہاء محبت:

حقانی صاحب کا اپنا بیان ہے کہ تعلیم اور طالب علمی کا وقت کتاب کے علاوہ کہیں بھی صرف نہیں کیا۔ ان کے قریبی رشتہ دار اور ساتھی بھی یہی گواہی دیتے ہیں کہ وہ ایک محنتی طالب علم تھے یہاں تک کہ عصر تا مغرب کی چھٹی میں بھی مطالعہ ہی کرتے۔ مرحوم حقانی صاحب کے ماموں ملا محمد حسن اخوند کہتے ہیں کہ حقانی صاحب کو علم سے بے انتہا محبت تھی۔ ان کا گھر قندہار میں تھا جو کوئٹہ سے قریب بھی تھا مگر علم کے لیے وہ ایک ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ سفر پر رہتے۔ 13 ماہ بعد گھر لوٹتے۔ گھر لوٹنے کے بعد بھی ساری مصروفیت تعلیم ہی رہتی۔

1994 میں اکتوبر میں اس وقت جب حقانی صاحب کے وطن اصلی قندہار میں طالبان تحریک کے نام سے ایک نئی تحریک اٹھی حقانی صاحب صحاح ستہ کے طالب علم تھے۔ اور ابھی فراغت کی دہلیز پر تھے۔

انہوں نے احادیث کی اجازت معروف عالم شیخ ابوعبداللہ نور حبیب سواتی سے حاصل کی اور شیخ الحدیث عبدالبصیر صاحب سمیت متعدد مشہور علماء سے دستار فضیلت باندھی۔

تین دن آرام:

حقانی صاحب کے ماموں ملا محمد حسن کہتے ہیں: حقانی صاحب کی فراغت کے بعد جب ہم نے قندہار کا رخ کیا تو بولدک سے آگے راستہ بند تھا۔ کیوں کہ شہر میں طالبان نے جنگ شروع کررکھی تھی۔ کچھ دیر بعد جب طالبان نے شہر فتح کیا تو وہ بھی گھر چلے گئے۔ حقانی صاحب نے تین دن گھر میں گذارے اور چوتھے دن گھر سے نکل پڑے۔ انہوں نے طالبان تحریک میں شمولیت اختیار کی اور پھر تادم وفات اس خدمت میں مشغول رہے۔

ملا محمد حسن اخند کہتے ہیں: حقانی صاحب کی والدہ کو اپنے بڑے، صالح اور شریف بیٹے سے جی بھر کے ملنے کی زندگی بھر حسرت رہی۔ بہت بچپن سے ہی علم کے لیے سفر کا آغاز کیا۔ اور جب علم سے فارغ ہوئے تو تین دن بعد جہاد کی خدمت کا آغاز کیا اور اسی میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔

امارت اسلامیہ میں خدمت اور ذمہ داریاں:

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں مولوی سید محمد حقانی صاحب طالبان کے ہاتھوں قندہار شہر کی فتح کے بعد ان اولین لوگوں میں تھے جنہوں نے خدمت کا آغاز کیا۔ انہوں نے قندہار میں اطلاعات وثقافت کے دفتر سے کام کا آغاز کیا۔ اطلاعات وثقافت کا مرکزی دفتر جو اس وقت جنگجو کمانڈروں کا مرکز اور چرس کا اڈہ بن گیا تھا۔ سید محمد حقانی صاحب سمیت تحریک کے دیگر نوجوانوں کی ہمت اور محنت سے علم وثقافت کا مرکز بن گیا۔

طالبان جب قندہار میں داخل ہوئے تو بہت تھوڑے عرصے بعد یعنی اسی سال کے دوران انہوں نے قندہار سے شائع ہونے والا مشہور روزنامہ اخبار طلوع

افغان شائع کروایا۔ بلکہ ریڈیو اسٹیشن بھی فعال کروایا اس کے بعد "خلافت" اور "قندہار" کے نام سے میگزینوں کی اشاعت شروع کی۔ رونامہ طلوع افغان میں اسی سال کے اوائل میں مرحوم حقانی صاحب کی چند تحریریں بھی شائع ہوئیں۔

مرحوم حقانی صاحب کو بعد ازاں قندہار میں وزارت اطلاعات وثقافت کا سیکرٹری اور کچھ عرصہ بعد اور بعد ازاں اسی شعبے کا سربراہ متعین کیا گیا۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری کے دوران بہت سی قابل توجہ خدمات انجام دیں۔

طالبان کی جانب سے کابل کی فتح کے بعد انہیں سیکرٹری خارجہ اور بعد ازاں امارت اسلامیہ کے مرکزی انتظامی آفس کا سربراہ متعین کیا گیا۔

چونکہ طالبان سے قبل دارالحکومت کابل اور دیگر صوبوں میں حکومتی انتظامی سسٹم بالکل مفلوج ہوگیا تھا اس لیے طالبان کے بڑے کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے پورے ملک کا نظم وضبط پھر سے فعال کیا اور انفراسٹرکچر بحال کروایا۔ اس حوالے سے حقانی صاحب کی خدمات قابل صد تحسین ہیں۔

مرحوم حقانی صاحب نے اس حوالے سے اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے کہ جب مشرقی صوبوں میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا تو ملا نورالدین ترابی کی سربراہی میں ایک خاص کمیشن بنایا گیا تاکہ مفتوحہ علاقوں میں انتظامی سسٹم فعال کردیں۔ انہوں نے ہر صوبے میں انتظامی تشکیلات فعال کردیں۔ مثال کے طور پر ننگرہار میں مولوی احسان اللہ صاحب کو گورنر متعین کیا گیا، اسی طرح دوسرے لوگوں کو بھی سربراہ متعین کیا گیا۔ چند دن بعد جب مجاہدین نے کابل پر قبضہ کرلیا تو کابل میں انتظامی کنٹرول کے لیے عالیقدر امیر المومنین کی جانب سے چھ رکنی کمیٹی متعین کی گئی، اس کے بعد کابل میں حکومتی شعبوں کی فعالی کے لیے فوری اقدامات اٹھائے گئے اور قندہار میں صوبائی سطح کی تمام محکموں کے سربراہان کو کابل میں متعلقہ محکمہ کا سربراہ متعین کیا گیا۔ اس طرح کابل کی فتح کے ساتھ حکومتی نظم وضبط بلا کسی تعطل اور وقفے کے فعال کردیا گیا اور اپنے اصلاحی اور انتظامی امور کو جاری رکھا گیا۔

انہوں نے انتظامی امور کے سیکرٹریٹ کے کاموں کے حوالے سے لکھا ہے کہ: حکومتی طریقہ کار کے مطابق امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں مرکزی سیکرٹریٹ حکومتی نظم وضبط کو فعال مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ تمام وزارتوں، دفاتر اور صوبوں کی بھیجی ہوئی درخواستیں اور رپورٹیں اسی راستے ریاست الوزراء اور امیر المومنین کے دفتر پہنچتی تھیں۔ اسی طرح قیادت کے فرامین، ہدایات اور احکام بھی اسی دفتر کے ذریعے تمام وزارتوں اور متعلقہ مراجع تک پہنچتی تھیں۔

چونکہ وہ انتظامی امور کے دفتر کے سربراہ، کابینہ کے رکن اور وزراء کی شوری کے منشی بھی تھے۔ یہ عہدے ان کے لیے شفاف انتظامی امور کی انجام دہی کے لیے مزید معاون ثابت ہوئے۔ وزراء کا اجلاس ہر بدھ کے روز منعقد ہوتا تھا۔ اجلاس سے قبل مخصوص لوگوں کی جانب سے ایک ایجنڈا ترتیب دیا جاتا، اجلاس کے فیصلے کبھی پشتو اور کبھی دری میں لکھے جاتے، اور پھر دفتر کی جانب سے تمام معلقہ محکموں کو ارسال کیے جاتے۔

حقانی صاحب نے انتظامی دفتر کی ذمہ داری کے بعد اسلام آباد میں افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے کام کیا۔ ایک سال بعد انہیں ایک بار پھر انتظامی دفتر کے سربراہ کے طور پر متعین کیا گیا۔ انہیں چونکہ اس شعبے میں خصوصی مہارت حاصل تھی افغانستان میں امریکی جارحیت کے وقت تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ جس کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے وزراء کی کمیٹی کے سیکرٹری بھی رہے۔

افغانستان پر جارحیت کے بعد جب دارالحکومت اور بڑے شہروں پر جارحیت پسندوں کا قبضہ ہوگیا اور مجاہدین مضافاتی علاقوں کی جانب منتقل ہوگئے اور مسلح جہاد کا آغاز کردیا۔ مرحوم حقانی صاحب نے بھی دیگر مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد میں حصہ لیا اور کسی بھی شعبے میں خدمت سے دستبردار نہ ہوئے۔ اور بالآخر 2008 میں انہیں امارت اسلامیہ کے ثقافتی ومیڈیا کمیشن کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔

اس مرحلے پر انہوں نے پورے اخلاص، جدت اور تدبر سے کفری جارحیت کے خلاف ثقافتی اور نشریاتی جہاد کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ اور ثقافتی کمیشن کے سربراہ کی قیادت میں ایک مخلص فداکار اور ماہر ساتھی کی حیثیت سے مغرب کے پروپیگنڈے کے طوفان کا مقابلہ کیا اور ان کے خلاف موثر جہادی نشریاتی جنگ لڑی۔ افغانستان پر امریکی جارحیت چونکہ عسکری لحاظ سے اس کی پشت پر بہت بڑا اتحاد، پروپیگنڈا بھی بڑے وسیع پیانے پر کیا گیا تھا اور اس کے مقابلے میں مجاہدین کی نشریاتی کارکردگی اتنی باریک اور موثر تھی کہ دشمن نے مجاہدین کی قوت کا اعتراف کرلیا اور مجاہدین کی میڈیائی کارکردگی کو تیز اور موثر قرار دیا۔ جس میں دیگر قلمی مجاہدین کے ساتھ ساتھ اس مضبوط میڈیا محاذ کے ایک جری اور ناقابل شکست غازی مرحوم حقانی صاحب تھے اللہ تعالی سے دعا ہے ان کی تمام خدمات قبول فرمائے۔ آمین۔

مرحوم حقانی صاحب ساتھیوں کی چند یادیں:

حقانی صاحب کے بڑے عرصے سے ساتھ رہنے والے ساتھی مولوی امیر خان متقی صاحب کہتے ہیں: حقانی صاحب ہوشیار اور دانا عالم تھے۔ جہاد اور امارت اسلامیہ سے دل کی گہرائی سے محبت رکھتے تھے۔ انتظامی امور میں پوری دلچسپی سے حصہ لیتے۔ ساتھیوں سے سچی وفاداری اور محبت رکھتے تھے۔ عملی کاموں میں بہت جدت سے سوچتے اور کام کرتے۔ عوام کے درد سے دردمند اور خوشیوں سے خوش ہوتے۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کہتے ہیں حقانی صاحب حق بات کہتے، حق سنتے اور حق دیکھنا چاہتے۔ جس معاملے میں یقین ہوجاتا کہ یہ حق ہے کسی بھی مفاد کے لیے وہ راستہ چھوڑنے کے روادار نہ تھے۔ منازعات اور مشاجرات کے معاملے میں فیصلہ کرتے ہوئے ہمیشہ حق بات کو دیکھتے۔ غصے اور ناراضگی کے باعث حق سے دستبردار نہ ہوتے۔ عمر کے آخر تک حق پر رہے، حق کا ساتھی رہے اور راہ حق میں ہی حق سے واصل ہوگئے۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف احمدی کہتے ہیں حقانی صاحب بار بار کہتے کہ کام والے ساتھیوں کے ساتھ جتنی بھی ممکن ہو بہت گہرا تعلق رکھو کیوں کہ دوری وہ چیز ہے جو ضرور آپ کے کاموں پر برا اثر ڈالتی ہے۔ وہ ساتھیوں کے درمیان دوستانہ فضا سے بہت خوش ہوتے۔ شہرت اور خودنمائی سے دور رہتے۔ وہ خدا سے انتہائی قریب ایک مخلص انسان تھے۔

تجزیہ کار اور قلم کار مولوی عبدالرحیم ثاقب کہتے ہیں مرحوم حقانی صاحب کا سارا وقت ایک اچھے ماہر اور تجربہ کار سفارت کار اور انتظامی ماہر کے طور پر گذرا، مگر پھر بھی کبھی خود کو اپنے ساتھیوں سے بڑا نہ سمجھتے، بلکہ کوشش کرتے کہ اپنے ساتھیوں کے تجربہ اور مہارت سے فائدہ اٹھاتے۔

ملک کے مشہور قلم کار ملا عتیق اللہ عزیزی کہتے ہیں کہ جب بھی میری ان سے ملاقات ہوئی دیانت اور اخلاق کے اس بلند مینار کی زبان سے ہمیشہ ایسی نصائح اور تجربات سننے کو ملے جو یقینا میرے لیے انتہائی قیمتی ثابت ہوئے۔ اور خدمت کے میدان میں مزید سرعت کا باعث بنے۔ میں نے کبھی ان سے یہ نہیں سنا کہ فلاں کارنامہ میں نے کیا ہے بلکہ ہر کام کو ساتھیوں کی خدمت اور محنتوں کا صلہ قرار دیتے۔

مرحوم حقانی صاحب کے بھائی اور خاندان کے لوگ ان کے متعلق کہتے ہیں حقانی صاحب کی ذاتی زندگی میں عجیب عادات اور خصوصیات تھیں۔ کسی کے ساتھ بھی ناراضگی اور حسد میں مقابلہ نہ کرتے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ ان سے کوئی ناراض ہوتا اور ہر معاملے میں ان سے حسد کرتا مگر وہ خود چل کر اس کے گھر جاتے اور اسے مناتے۔ اگر کوئی گھر میں چھپ جاتا اور باہر نکل کر ملنے نہ آتا، گھر والے بہانہ کرتے کہ وہ کہیں باہر نکل گیا ہے۔ تو گھر کے افراد سے کہتے تم جاؤ انہیں ڈھونڈ کر لاؤ اس سے انتہائی ضروری کام ہے میں یہیں انتظار کروں گا۔ بالآخر وہ مجبور ہو کر باہر آہی جاتا۔

وفات:

حقانی صاحب اپنی جہادی ذمہ داری میں ساری زندگی مشغول رہے۔ 1437ھ ق سال 22 ربیع الاول بروز ہفتہ لاحق ہونے والی بیماری کے باعث خالق حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نے پس ماندگان میں 8 بیٹے اور پانچ نیک صالح بھائی چھوڑے۔ حقانی صاحب کی وفات کی خبر سوشل اور ریگولر میڈیا پر بہت زیادہ نشر کی گئی۔ بہت سے لوگوں نے ان پر تعزیتی پیغامات اور تحریریں لکھیں۔ امارت اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے ان کی وفات پر بھی تعزیتی بیان نشر کیا گیا۔ جس میں لکھا گیا کہ: امارت اسلامیہ افغانستان کی قیادت، رہبری شوری اور ثقافتی کمیشن کی نمائندگی سے ان کے وفات پر تعزیت اور صبر واستقامت کی دعائیں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالی ان کی خدمات اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ انہیں دنیوی عبادات، اسلامی نظام کے لیے کوششوں اور تکالیف کے برداشت کرنے پر مکمل اجر عطا فرمائے۔ اللہ تعالی ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ [آمین]

برما کے مسلمانوں کی تاریخ اور موجودہ حالات پر ایک نظر

عزالدین عماد

برما کے کچھ علاقوں میں مسلمان کئی صدیوں سے آباد ہیں ۔ اراکان کا علاقہ جو مسلمانوں کی واضح اکثریت پر مشتمل ہے روہنگیا کے نام سے مشہور ہے۔ اس علاقے میں اسلامی خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں مسلمانوں کے تجارتی قافلوں کی آمد ورفت اور ان کے اچھے اخلاق اور معاملات میں ان کے عدل وانصاف کی وجہ سے اسلام پھیلا ہے۔ برما میں مسلمانوں کی تعداد ایک ملین سے کچھ زیادہ ہے۔

ابتداء میں بودھ رہنما مسلمانوں کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کا احترام کرتے، اپنی حکومت کے اچھے عہدوں پر انہیں فائز کرتے۔ علاوہ ازیں اس علاقے میں مسلمانوں کی اپنی مضبوط حکومتیں تھیں۔ جن میں سے ایک اراکان کے نام سے قائم تھی۔ یہ لوگ اپنے سکوں کے ایک جانب برمی اور دوسری جانب عربی الفاظ کندہ کرواتے۔

ان کا سلطان جلال الدین محمد شاہ تھا۔ جو 1430 سے اس سلطنت کا حکمران تھا۔ 1433 میں ان کا انتقال ہو گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب بودھوں نے 1433 میں مختلف علاقوں پر قبضہ کیا۔

1785 میں بودھ سلطان کونگ باونگ نے اراکان کی سلطنت پر حملہ کیا جس کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں برمی مسلمان، فوجیوں کے ظلم وتشدد سے تنگ آکر بنگلہ دیش کے علاقے چٹاگانگ چلے گئے جہاں برطانوی انگریزوں کی حکومت تھی۔

دوسری جنگ عظیم میں جاپانی فوجیوں نے برما اور آس پاس کے علاقوں پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں برطانوی فوج علاقے سے نکل گئی اور داخلی جنگ برطانوی وفادار فوج، برمی اور جاپانی فوج کے درمیان شروع ہو گئی۔ برما کے دیگر خطوں میں جاپانی افواج کی جانب سے مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے گئے اور یہی وجہ تھی کہ ہزاروں کی تعداد میں انہوں نے بنگلہ دیش اور ہندوستان ہجرت کی۔ 1940 میں جب ہندوستان سے پاکستان کی علیحدگی کی تحریکیں چل رہی تھیں روہنگیا کے مسلمانوں نے تحریکیں چلائیں۔ اس وقت تک برما ایک باقاعدہ مملکت نہ تھا۔

ان کا ایک فریق چاہتا تھا کہ برما کے اندر ایسی ریاست بنائی جائے جس کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو مگر وہ برما کا حصہ ہو گی اور دوسری فریق نے تحریک پاکستان کے سربراہ محمد علی جناح سے مطالبہ کیا کہ برما کے مسلم علاقے بنگلہ دیش سے ملائیں اور انہیں پاکستان کا حصہ بنادیں لیکن محمد علی جناح نے ان کے اس مطالبے کا مثبت جواب نہ دیا اور کہا کہ وہ برما کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں دینا چاہتے۔ اس کے بعد 1948 میں روہنگیا کے مسلمانوں نے اراکان کے علاقے میں "روہنگیا مجاہدین" کے نام سے ایک تحریک بنائی تاکہ ایک آزاد اور مستقل ملک حاصل کریں۔ 1978 میں برمی جنرل نیون نے کنگ ڈریگون کے نام سے ایک بڑا آپریشن شروع کیا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں برمی مسلمان بنگلہ دیش اور پاکستان کے شہر کراچی کی جانب ہجرت پر مجبور ہو گئے۔

بنگلہ دیش کی علیحدگی کی کوششوں میں تقریبا ایک ملین بنگالی مسلمان بے گھر ہو گئے جن میں سے آدھے سے زیادہ لوگ اراکان چلے گئے۔ مگر جنرل نیون نے بین الاقوامی کوششوں کے بعد دولاکھ بنگالیوں کو اراکان سے واپس بے دخل کر دیا۔

برمی حکومت نے 1982 میں ایک مسودہ کی تصویب کی جس کی رو سے روہنگیا میں مقیم تمام بنگالی مہاجرین کو خارجی قرار دیا گیا مگر ان میں روہنگیا کے اصل باشندے بھی شامل تھے۔ روہنگیا کے علماء اور سیاستدانوں نے دعوی کیا کہ روہنگیا مسلمان یہاں کے مقامی باشندے ہیں۔ ان کی ماضی میں یہاں صدیوں تک سلطنتیں رہی ہیں مگر ان کا یہ تاریخ سے ثابت شدہ دعوی برمی حکام کی جانب سے یہ کہہ کر مسترد کر دیا گیا کہ یہ محض افسانے ہیں۔

برما کے روہنگیائی مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ وہ روہنگیا لفظ پر مصالحت کے لیے تیار ہیں۔ یہ لفظ مسلمانان اراکان یا مسلمانان میانمار میں بدل جائے یا صرف میانماری مسلمانوں میں بدل دیا جائے تو وہ اسے تسلیم کرنے پر راضی ہوں گے۔ مگر کسی نے ان کی نہیں سنی۔

2012 میں روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام ہوا، ہزاروں لوگ مختلف طریقوں سے بودھوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ ان کے گھر اور مسجدیں گرائی اور جلائی گئیں۔ اسی طرح ہزاروں مسلمان بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، ملائیشیا اور دیگر خطوں کی جانب خفیہ طور پر ہجرت کر کے چلے گئے۔ مگر بد قسمتی سے بنگلہ دیش نے اپنی بحری سرحد جہاں سے یہ مسلمان ہجرت کر کے بنگلہ دیش میں داخل ہو رہے تھے بند کر دی۔

2012 کے بعد اب تک ہزاروں روہنگیائی مسلمان اس کوشش میں ہیں کہ اراکان سے ملائیشیا اور انڈونیشیا فرار ہو جائیں۔ اس کوشش میں انہوں نے چھوٹی کشتیوں کا سہارا لیا اور ہزاروں افراد کشتیوں کے الٹنے سے مر گئے۔ بعض نے پینے کا پانی اور غذائی قلت کے باعث سمندر میں چلانگ لگالی۔

ملائیشیا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش سمیت کسی بھی اسلامی ملک اور عالمی تعاون کی تنظیموں خصوصا اقوام متحدہ وغیرہ کسی بھی عالمی تنظیم نے ان مظلوم مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کی۔ دو سال قبل صرف داود اوغلو مسلمانوں کی خبر گیری اور کچھ طبی اور دیگر وسائل کے ساتھ اراکان گئے جس کی ویڈیو یوٹیوب پر موجود ہے۔

دوسری طرف مغرب اور غلام میڈیا نے ان مظالم کے متعلق چپ سادھ لی ہے گویا اس خطے میں کوئی اہم خبر ہے ہی نہیں۔

روہنگیائی مسلمانوں پر بہت سے پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ جن میں سے بعض کچھ اس طرح ہیں:

1۔ کوئی بھی روہنگیائی مسلمان اپنی زمین نہیں خرید سکتا۔

2۔ اپنی تجارت نہیں کر سکتا۔

3۔ فوج میں کسی قسم کا عہدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

4۔ حکومت میں بھی کسی قسم کا عہدہ اسے نہیں دیا جاسکتا۔

5۔ انتخابات میں اپنی رائے نہیں دے سکتا۔ اور اب ان سے زبردستی سابقہ قومی شناختی کارڈ بھی لے لیے گئے ہیں تاکہ آئندہ بھی کوئی کارڈ نہ بنوا سکیں اور نہ عدالت میں کوئی مقدمہ لڑ سکیں۔

6۔ سخت اور بھاری مالی جرمانے عائد کیے گئے ہیں اور دوگنے ٹیکس لگائے گئے ہیں۔

7۔ ان کے نفوس کم کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے گئے ہیں مثلا دو سے زیادہ بچوں کی پیدائش پر پابندی، ایک سے زیادہ شادی پر پابندی، کم عمر میں شادی نہ کرنا، مطلقہ عورت سے ایک سال تک شادی نہ کرنا، وغیرہ

8۔ حکومتی اجازت کے بغیر کسی قسم کی کوئی دینی کتاب نہیں چھاپی جاسکتی۔

9۔ عام مزدوری کے مقامات پر ایسے لوگوں کا تقرر نہیں کیا جاتا جو کسی حد تک اسلام پر عمل پیرا ہوں جیسے اسلامی لباس یا داڑھی وغیرہ رکھتے ہوں۔

10۔ میتوں کی صرف ان جگہوں میں تدفین کی جاسکتی ہے جو حکومت نے اس کے لیے خاص کر رکھے ہیں۔

11۔ مساجد میں بلند آواز سے اذان نہ دینا۔

12۔ مساجد اور مدارس کے ادارے صرف حکومت کی کنٹرول میں ہوں گے۔

اس کے علاوہ جو لوگ تھائی لینڈ ہجرت کر گئے انہیں جیلوں میں ڈال دیا گیا اور کسی کو بھی اجازت نہیں کہ ان سے ملے۔ 1000 ڈالر کے بدلے ایک قیدی کو بیچا جاتا ہے۔ جن قیدیوں کو کوئی نہیں خریدتا انہیں اجتماعی طور پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ قریبی عرصے میں تھائی لینڈ میں بعض قبریں دریافت ہوئی ہیں جس میں 100 تک روہنگیائی مسلمانوں کی لاشیں ملی ہیں۔

جب سے مسلمانوں میں اتحاد ختم ہوا ہے، اختلافات اور آپس کی جنگیں شروع ہو گئی ہیں، اپنے مسلمان بھائی کی نصرت چھوڑ دی ہے تو اللہ تعالی نے ان پر ذلت مسلط کر دی ہے۔ اگر ہم خود اپنے آپ کو بدلیں گے نہیں، اپنے حالات کی تبدیلی کے لیے جدوجہد نہیں کریں گے، خاموش رہیں گے تو اللہ تعالی بھی ہمارے حالات نہیں بدلے گا۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم)

سورۃ الرعد

شہید زوی

انسانی تاریخ کے مظلوم شامی مہاجرین اور مغرب کے ناپاک عزائم

ہجرت اور نقل مکانی مشقتوں سے بھرپور انتہائی مشکل کام ہے۔ اسی لیے اسلامی اصولوں اور رہنمائی کے مطابق شرعی ہجرت کے ہمارے شریعت میں بڑے اجر وثواب آئے ہیں۔ آج جب ایک عام آدمی اپنی زندگی کو سب سے زیادہ سہولیات سے بھرپور پاتا ہے اور عالمی دنیا ماضی کے بنسبت سب سے زیادہ انسانی ہمدردی کے دعوے کرتی ہے اس کے باوجود بھی آج کی دنیا میں ہجرت ماضی کی بنسبت زیادہ تکلیف دہ عمل ہے۔ ہجرت اذیتوں اور تکلیفوں سے بھرے مستقبل کا نام ہے۔ ہجرت باپ دادا کا وطن چھوڑنے کے بعد دربدری کا وہ آغاز ہوتا ہے جس کی کوئی انتہا ہوتی ہے نہ سکون کی زندگی انہیں میسر ہوتی ہے۔ یہ مقامی لوگوں اور مسافروں کے درمیان تیسرے درجے کی ہمیشہ کی بے چینی سے بھرپور زندگی ہوتی ہے۔ اپنی بدامنی کا شکار مادر وطن سے امن کی جگہ کوچ کرنے کی راہ میں تکلیفوں سے بھرپور زندگی وہ انتہائی تلخ یادیں ہوتی ہیں جس کا انتخاب انسان اپنی مرضی سے نہیں بلکہ مجبوری میں کرتا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران دنیا میں 50 ملین افراد اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ یہ انسانی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت تھی۔ مگر افسوس کہ بات اب 50 ملین سے بھی بڑھ چکی ہے۔ دنیا بھر میں اس وقت 60 ملین سے زیادہ افراد جنگوں اور دوسرے خطرات کے باعث اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ ان میں سب سے زیادہ تعداد شام کے مظلوم مسلمان ہیں جن کی تعداد 9 ملین تک پہنچ رہی ہے۔ بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ انسانی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت ہے۔ انہی مہاجرین کے حوالے سے 2015 میں بحیرہ روم سارا سال دردناک خبروں کا مرکز رہا۔ یہاں کشتیاں الٹنے اور ڈوبنے کے واقعات میں 2500 تک وہ افراد جان بحق ہوئے جو ہجرت کر کے یورپ پہنچنے کی امید پر اپنے ملکوں سے نکلے تھے۔ اس راستے سے جانے والے اکثریت شامی مہاجرین کی ہے اس لیے یہاں جان بحق ہونے والوں کی اکثریت کا تعلق بھی شام ہی سے تھا۔

یہاں ڈوبنے والوں کے حالات انتہائی دردناک تھے مگر دنیا ان سے غافل تھی۔ مگر جب ترکی کے ساحل پر ڈوبنے والے 3 سالہ بچے ایلان کردی کی لاش کی تصویریں شائع ہو گئیں تو ان تصاویر نے ساری دنیا ہلا دی۔ ایلان اور اس کا چھوٹا بھائی ان بدنصیب 12 افراد میں سے تھے جو جان کا تحفظ ڈھونڈنے کے لیے شام سے یورپ کی جانب روانہ ہوئے تھے مگر ترکی کے ساحل کے قریب ان کی کشتی الٹ گئی اور وہ یورپ پہنچنے کی بجائے عقبی کی جانب چل پڑے۔

ایلان کردی کی ان تصاویر کی اشاعت کے بعد عالمی میڈیا میں ڈرامائی انداز میں شامی مہاجرین کا مسئلہ سرفہرست آگیا اور بہت سے مغربی حکمرانوں کے ایسے بیانات سامنے آنے لگے جیسے وہ انسانیت کے بہت بڑے ہمدرد بن گئے ہیں اور اسلام ومسلمانوں سے ان کی جاری دشمنی دوستی میں بدل گئی ہے۔ یورپی اتحاد کے سربراہ نے کہا: آج ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم مہذب ہیں اور مذہبی اختلاف یا اتحاد سے بالاتر ہو کر انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔

> مشرق ومغرب، اسلام ومغرب، مذہب والحاد، آسمانی نظام اور انسانوں کے ہاتھوں بنا ہوا نظام اور اصطلاحات کبھی ایک نہیں ہوسکتے۔ فساد یہیں سے آیا ہے کہ الفاظ کی ظاہری مماثلت کو معنوی ہم آہنگی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ حالانکہ معنوی لحاظ سے اس میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ معنی کا فرق زبان سے ضرور واضح ہوجاتا ہے۔ مغرب جھوٹ کو اپنی ظاہری صورت اور میک اپ کے ساتھ انتہائی مزین شکل میں پیش کرتا ہے اور اسلام سچائی، حیا، وقار، اعتماد اور یقین سے بھرپور صورت میں معاشرے کے سامنے خود کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر اس شرط پر کہ معاشرہ آنکھیں کھولے اور ہر چیز کو انصاف کی نظر سے دیکھے۔

روم کے پوپ نے تمام شہریوں خصوصا رومن کیتھولک عیسائیوں کو دعوت دی کہ تمام مہاجرین کے لیے اپنے دروازے کھول دیں۔ خانقاہیں اور

کلیسائیں شامی مہاجرین کو قبول کریں اور جتنا تعاون ان سے کرسکتے ہیں کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ شام کے لوگوں کا مذہب ہم سے الگ ہے مگر ہم سب انسان ہیں اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم انہیں رہنے کو جگہ دیں اور ان سے تعاون کریں۔

جرمن چانسلر انجیلا مرکل ایسا ظاہر کرتی رہی کہ جیسے ملک میں سیاسی جماعتیں ان سے متفق نہیں ہیں مگر وہ کسی کی مخالفت کی پروا نہیں کرتی اور انہوں نے اعلان کیا کہ شامی مہاجرین کے لیے ہمارے دروازے کھلے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ میونخ میں شامی مہاجرین کے قافلوں کا پھولوں اور طرح طرح کے کھانوں سے استقبال کیا گیا۔ جرمن عوام نے اتنا غذائی مواد، کپڑے، جوتے اور استعمال کی دیگر اشیاء اتنے بڑے پیمانے پر جمع کیں کہ بالآخر جرمن حکومت کو اعلان کرنا پڑا کہ ہمیں مزید ان چیزوں کی ضرورت نہیں لوگ یہ چیزیں نہ لائیں۔

جرمن حکومت کی جانب سے اس وسعت ظرفی اور ہمدردی کا مظاہرہ دیکھنے کے بعد شامی مہاجرین کے دل اور بھی ان کے قریب ہوگئے۔ مہاجرین بچے مرکل کی تصویر ہاتھوں میں لیے فخر سے کہہ رہے تھے: "مرکل ہماری ماں ہے"۔

اپنا اسلحہ بیچنے، اسلامی دنیا کو کمزور اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے، عالمی منصوبے کے مطابق اسرائیلی جغرافیائی حدود کی وسعت کے لیے راہ ہموار کرنے، اسلامی دنیا میں فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا دینے اور مشرق وسطی کے تمام معدنی ذخائر پر قبضے کے لیے امریکا، امریکا کے مغربی اتحادی اور شریر صہیونیوں نے جو آگ لگائی ہے اس نے شام اور عراق کو کھنڈرات میں بدل دیا ہے۔ ملینوں کی تعداد میں مسلمان اس آگ میں جھلس کر راکھ ہوگئے۔ اس آگ سے بچنے کے لیے عراق اور شام کے بہت سے شہری پرامن شہروں کی جانب چل پڑے۔ جن میں سے بڑی تعداد یورپ بھی پہنچ گئی۔ گذشتہ 2 سالوں میں تقریبا 7 لاکھ مسلمان بحیرہ روم کے خطرناک راستوں سے یورپ تک پہنچ گئے ہیں۔ گذشتہ ایک سال میں یورپ جانے والے مسلمانوں میں اس لیے اضافہ ہوا ہے کہ جرمنی نے 8 لاکھ مہاجرین کو پناہ دینے کا اعلان کیا ہے۔

یمن، شام، عراق اور مشرق وسطی کے دیگر ممالک میں رواں خانہ جنگی اور فسادات کا ہر پہلو مسلمانوں کے لیے بہت نقصان دہ اور تشویشناک ہے۔ مگر اپنے گھر سے بے گھر ہونے والے مسلمانوں کا نقصان، تشویش اور درد سب سے بڑا اور گہرا ہے۔ عالمی کفر نے مسلمانوں پر جنگیں بھی مسلط کی ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے خون کے سیلاب بہائے ہیں، آباد شہر کھنڈرات میں بدل دیے اور مسلمانوں کو اپنے گھروں اور علاقوں سے نکالنے اور ہجرتوں پر مجبور کر دیا۔ مگر مغرب اس کا قصور وار بھی مسلمانوں کو ٹھہراتا ہے۔ مسلمانوں کو ہی بدنام کرتا ہے اور انہیں ملامت کا نشانہ بناتا ہے۔

مغرب یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ مشرق وسطی میں مزید بدامنی نہیں چاہتا، یہاں امن چاہتے ہیں۔ اور ان علاقوں سے یورپ جانے والے مہاجرین سے بلاکسی مادی مفادات کے تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ مغرب نے بہت مکاری سے یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ شام اور عراق کے مہاجرین کی اکثریت یورپی ممالک میں گئی ہے۔ اسلامی دنیا نے ان سے دھوکہ کیا ہے۔ اور یہ لوگ مادی مفادات اور بہتر زندگی کی تلاش میں یورپ آئے ہیں۔

مغرب کی یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں مگر چونکہ یہ دجل پر مبنی ہیں اور فریب سے بھری ہیں اس لیے بہت آسانی سے لوگ دھوکا کھاجاتے ہیں اور ان ساری باتوں کو سچ سمجھنے لگتے ہیں۔

مذہب، فلسفہ اور تاریخ سے لے کر عام باتوں تک ہر جگہ مغرب نے سچ بالکل چھوڑ دیا ہے۔ الفاظ کی بے حرمتی، اصطلاحات کا استحصال، زبان سے زیادتی، بیان میں بددیانتی اور معانی میں مکروفریب مغرب کے بیان کا الگ نہ ہونے والا حصہ ہے۔ قدم قدم پر جھوٹ ہے۔ سچ سے جنگ کی ان کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ آسمانی کتابوں اور ہدایات میں تحریف سے لے کر جدید اصطلاحات کے اطلاق اور استعمال تک، سب فساد ہی فساد ہے۔ سراسر جھوٹ ہے مگر انتہائی مکروفریب سے سچ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ تہذیبوں کا تصادم در حقیقت بیانات، معیاروں اور اقدار کا تصادم ہے۔

مشرق و مغرب، اسلام و مغرب، مذہب والحاد، آسمانی نظام اور انسانوں کے ہاتھوں بنا ہوا نظام اور اصطلاحات کبھی ایک نہیں ہوسکتے۔ فساد یہیں سے آیا ہے کہ الفاظ کی ظاہری مماثلت کو معنوی ہم آہنگی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ حالانکہ معنوی لحاظ سے اس میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ معنی کا فرق زبان سے ضرور واضح ہوجاتا ہے۔ مغرب جھوٹ کو اپنی ظاہری صورت اور میک اپ کے ساتھ انتہائی مزین شکل میں پیش کرتا ہے اور اسلام سچائی، حیا، وقار، اعتماد اور یقین سے بھرپور صورت میں معاشرے کے سامنے خود کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر اس شرط پر کہ معاشرہ آنکھیں کھولے اور ہر چیز کو انصاف کی نظر سے دیکھے۔

یہ دور شعوری تصادم کا دور ہے ایک جانب میدان میں حق اور صداقت کے دفاع کے لیے کھڑے مجاہدین ہیں اور دوسری طرف دنیا بھر کے عسکری وسائل سے لیس کذب اور باطل کا پرچار کرنے والی وحشی افواج ہیں۔ اسلحہ کے زور پر جاری اس جنگ کے ساتھ ساتھ وہ لوگ الفاظ کی جنگ کو بھی بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس پر بہت زیادہ مصارف لگائے جاتے ہیں اور اس جنگ کے ذریعے بہت بڑی دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

شام کے بے گھر ہونے والے مسلمان جو اپنے ملک میں یا باہر ممالک کو نقل مکانی کر چکے ہیں ان کی تعداد تقریباً 4 ملین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی بڑی تعداد ہے ۔ مغرب نے ان شامی مہاجرین کو پناہ دینے کے لیے عالمی میڈیا کے ذریعے اپنے لیے اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ جیسے شام کے تمام تر لوگ یورپ جا چکے ہوں۔ اور انہیں اسلامی دنیا میں کوئی پناہ نہ دی گئی ہو۔ حالانکہ 95 فیصد لوگوں کو ترکی، سعودی، عراق، مصر، لبنان اور اردن میں پناہ دی گئی ہے۔

2015 کے اواخر میں اقوام متحدہ کی جانب سے شائع ہونے والے اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2016 سے قبل ہی صرف ترکی کے 2 ملین سے زیادہ یعنی 2138999 مسلمان مہاجرین کو اپنے ملک میں پناہ دی ۔ لبنان میں یہ تعداد ایک ملین تک پہنچ رہی ہے۔ اردن میں 6 لاکھ شامی مہاجرین کو پناہ دی گئی ہے۔ جنگ زدہ عراق کو بھی ڈھائی لاکھ شامی ہجرت کر چکے ہیں۔ مصر میں یہ تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار تک ہے۔ کویت نے ایک لاکھ بیس ہزار شامی مہاجرین کو نہ صرف جگہ دی بلکہ انہیں مستقل شہریت دے دی۔ سعودی عرب میں بھی 5 لاکھ شامی مہاجرین کو نہ صرف پناہ بلکہ وہاں کی شہریت دی گئی ہے اور تقریباً 30 لاکھ شمالی افریقا کے ممالک کو بھی گئے ہیں جن میں سے بہت سے کشتیوں کے ذریعے ان افریقی ممالک سے یورپ کی جانب نقل مکانی کی کوششوں میں ہیں۔

جی ہاں ایک دردناک بات ہے اور وہ یہ کہ بحرین، قطر اور متحدہ عرب امارت نے شامی مہاجرین کے ایک فرد کو بھی پناہ نہیں دی ۔ تیل کے ذخائر سے مالا مال اور اقتصادی اعتبار سے مضبوط ممالک کے لیے ان پناہ گزینوں کو جگہ دینا کوئی مشکل نہ تھا۔ کیوں کہ ایک جانب اقتصادی اعتبار سے مضبوط ہیں اور دوسری طرف ان کا انفراسٹرکچر بہت مضبوط ہے۔ انہوں نے پناہ نہیں دی تو یقیناً یہ ان کا جرم ہے اور بزبانِ حال اس بات کا اعلان ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کا آپس کا اتحاد اور ایک دوسرے کے غم میں شریک ہونا اب یہ صرف شرعی ہدایات تک محدود ہو چکا ہے عملی طور پر اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔

سعودی عرب نے اگرچہ 5 ملین شامیوں کو پناہ دی ہے مگر سعودی عرب کی جغرافیائی وسعت ، اسلام کی مرکزیت ،مضبوط معیشت اور مضبوط انفراسٹرکچر کو دیکھا جائے تو یہ بہت کم تعداد ہے۔ سعودی حکومت جو مکہ مکرمہ جیسے چھوٹے سے شہر میں 3 ملین تک حجاج کرام کو بہت اچھے طریقے سے نمٹا سکتا ہے تو سچی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے سعودیہ میں 4 ملین لوگوں کو رکھنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ اس لیے یہ بات بے جا نہیں ہے کہ سعودی عرب نے اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا نہیں کی ہے۔

رہے دوسرے اسلامی ممالک تو نہ پناہ گزینوں نے وہاں کا رخ کیا ہے اور نہ اقوام متحدہ نے ان سے اس حوالے سے کوئی تعاون طلب کیا ہے۔ اقوام متحدہ اگر امریکا اور یورپی یونین کے کسی بھی ملک سے مہاجرین کے لیے تعاون کرے تو کون ہے جو اس کا انکار کرے گا؟

اصل بات یہ ہے کہ جن علاقوں کی جانب اسرائیلی سرحدات پھیلائے جانے کا ارادہ ہے ان علاقوں کو مسلمانوں سے خالی کروانا امریکا ، پورے یورپ اور تمام صہیونیوں کا مشترکہ ہدف ہے۔ اس لیے خطے کے مسلمان تجزیہ کاروں کی یہ بات بے جا نہیں کہ یورپ کی جانب مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کی ہجرت کوئی وقتی معاملہ اور محض ایک حادثہ نہیں بلکہ یہ سب منظم منصوبہ بندی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ یعنی اسرائیل کے لیے جس طرح خطہ خالی کرانا مطلوب ہے وہاں یورپ کی افرادی کمی کو ختم کرنا بھی بہت بڑا ہدف ہے۔ اور جتنے اندازے میں یورپی

> **سعودی عرب نے اگرچہ 5 ملین شامیوں کو پناہ دی ہے مگر سعودی عرب کی جغرافیائی وسعت، اسلام کی مرکزیت ،مضبوط معیشت اور مضبوط انفراسٹرکچر کو دیکھا جائے تو یہ بہت کم تعداد ہے۔ سعودی حکومت جو مکہ مکرمہ جیسے چھوٹے سے شہر میں 3 ملین تک حجاج کرام کو بہت اچھے طریقے سے نمٹا سکتا ہے تو سچی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے سعودیہ میں 4 ملین لوگوں کو رکھنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ اس لیے یہ بات بے جا نہیں ہے کہ سعودی عرب نے اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا نہیں کی ہے۔**

ممالک کو ضرورت ہو گی اتنی ہی تعداد میں شامی مہاجرین ان ممالک میں تقسیم کیے جائیں گے۔

یورپ میں جرمنی وہ ملک ہے جس نے دیگر یورپی ممالک سے زیادہ پناہ گزینوں کو پناہ دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ سب محض انسانیت دوستی کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک تو اسرائیل کے لیے علاقہ خالی کرانے اور دوسرا اپنی افرادی کمی پوری کرنے کے لیے ہے۔

دنیا کے اقتصادی ماہرین کہتے ہیں کہ جرمنی یورپ کے ان ممالک میں سے ہے جس کی افرادی تعداد بہت تیزی سے گھٹتی جارہی ہے۔ اس ملک میں طویل عمر رکھنے والے افراد کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے مگر کام کے قابل نوجوان دن بدن کم ہورہے ہیں۔ کئی بار اقتصادی ماہرین نے حکومت کو تنبیہ کی ہے کہ اگر اس ملک میں نوجوانوں اور طاقت ور افراد کی کمی کا تناسب ختم کرنے کے لیے فوری اقدامات نہ کیے گئے تو 2060 تک یہ ملک نوجوانوں کے قحط اور اقتصادی بحران کا شکار ہو جائے گا۔

2015 کے آغاز میں یورپی اتحاد کے مرکزی دفتر سے معمر افراد کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع ہوئی، رپورٹ میں کہا گیا کہ جرمنی میں بچوں کی کم پیدائش اور نوجوانوں کی تعداد میں کمی کا تناسب اگر یوں ہی جاری رہا تو 2013 میں جب اس ملک افراد آبادی جو 81 ملین 3 لاکھ تھی 2060 میں 70 ملین 8 لاکھ تک کم ہو جائیگی۔ یعنی آدھی صدی سے بھی کم وقت میں 11 ملین تک کمی آجائے گی۔ اور 65 سال سے زیادہ عمر والوں کی تعداد جو ابھی 32 فیصد تک پہنچ گئی 2060 تک 59 فیصد تک پہنچ جائے گی۔ ان سب کی حفاظت اور خدمت کی ذمہ داری حکومت کی ہو گی۔ اس لیے قومی بجٹ کا کم از کم 5 فیصد حصہ اس کے لیے خاص کرنا ہو گا۔ جس کی وجہ سے ملکی معیشت پر بہت برا اثر پڑے گا۔

اس لیے ملک کے معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ اس متوقع بحران سے بچنے کے لیے جرمنی کے پاس واحد راستہ شام اور دیگر ممالک سے آنے والے پناہ گزینوں کو پناہ دینا ہے۔

جرمنی غیر مسلموں کی بجائے عراق اور شام کے مسلمانوں کے ذریعے اس لیے اپنی ضرورت پوری کرنا چاہتا ہے کیوں کہ غیر مسلم غریب ممالک اور عوام کے ذریعے ان کی یہ ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد یہاں آنے والے غیر مسلموں کے ذریعے ان ممالک کی افرادی کمی کا مسئلہ حل نہیں ہوا بلکہ ان کی اکثریت حکومت کے کاندھوں پر بوجھ بن گئی۔ ان غیر مسلم شہریوں کا تعلق اگرچہ غریب ممالک سے تھا مگر یہاں آکر یورپ کا اثر بہت جلد لے لیا۔ اس طرح کے خاندانوں میں خواتین میں ایک بچے یا بالکل بچے پیدا نہ کرنے کا رجحان بڑھنے لگتا ہے۔ مسلمان خواتین عموماً اور عرب خواتین خصوصاً اگرچہ یورپ میں پیدا ہوئی ہوں ان میں کم بچے یا بچے نہ ہونے کا رجحان نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی کی بات یہ ہے کہ نو مسلم خواتین بھی ایسی ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کے ذریعے جرمنی کی آبادی میں اضافے کی بات ابھی کی نہیں بلکہ بہت پہلے سے یہ ملک مسلمانوں کے ذریعے آباد کیا گیا ہے۔ اس ملک میں پہلے ہی سے 4 ملین مسلمان کاریگر رہ رہے ہیں جن میں سے اکثریت عربوں کی ہے۔ جرمنی کی اقتصادی ترقی میں ان کا بڑا فعال کردار ہے۔ ان میں سے کوئی بھی حکومت کے کاندھوں پر بوجھ نہیں ہے۔ سب خود ہی اپنی کفالت کرتے ہیں اور ٹیکس کی مد میں حکومت ان سے بہت بڑی رقم وصول کرتی ہے۔

یورپی یونین برطانیہ وہ ملک ہے جہاں افرادی قوت کی کمی مسئلہ اس قدر نہیں جتنا فرانس اور جرمنی میں ہے کیوں کہ گذشتہ ادوار میں باہر ممالک خصوصاً عرب خطے سے بہت سے لوگوں نے برطانیہ کا رخ کیا۔ اب بھی برطانیہ کے تاجر چاہتے ہیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں پناہ گزین وہاں آئیں۔ برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون کابینہ کے کئی وزراء اور تاجروں کی جانب سے

> **یادرہے کہ مغرب انتہائی مکر وفریب سے شامی مہاجرین کے حوالے سے بھی اپنی انسانیت دوستی کا پروپیگنڈا کررہا ہے۔ اور ان مظلوم مسلمانوں کی اہانت کررہا ہے۔ مختلف انتہائی نامناسب اصطلاحات کا استعمال کرکے دنیا کو یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ صرف اور صرف مادی مفادات کے حصول کے لیے یورپ آئے ہیں۔ نہ کہ خونخوار ملیشیا سے بچنے کے لیے۔**

تنقید کا شکار ہیں کہ انہوں نے پناہ گزینوں کے بارے میں انتہائی سخت شرائط رکھی ہیں۔

یاد رہے کہ مغرب انتہائی مکر وفریب سے شامی مہاجرین کے حوالے سے بھی اپنی انسانیت دوستی کا پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ اور ان مظلوم مسلمانوں کی اہانت کر رہا ہے۔ مختلف انتہائی نامناسب اصطلاحات کا استعمال کر کے دنیا کو یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ صرف اور صرف مادی مفادات کے حصول کے لیے یورپ آئے ہیں۔ نہ کہ خونخوار ملیشیا سے بچنے کے لیے۔

کبھی ان کے لیےMigrant کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے ، یہ اصطلاح اس فرد ، خاندان یا گروپ کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو اچھے کام کی تلاش یا اچھی زندگی کی تلاش میں اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملک چلا جائے۔ ہمارے خطوں سے خلیجی ممالک جانے والے لوگ بھی ایسے ہی لوگ ہیں۔ شامی مسلمانوں کے حوالے سے یہ اصطلاح استعمال کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مغرب ان کے بارے میں یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ یہ لوگ بدامنی اور جان بچانے کے لیے نہیں بلکہ مادی زندگی حاصل کرنے یہاں آئے ہیں۔ اور اسی مغربی زندگی کے لیے دربدر ہیں۔ تاکہ ان ممالک کے لوگ ان مہاجرین سے محبت یا رحمدلی سے پیش نہ آئیں اور اگر کل کو ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنی پڑے تو کوئی ان کی حمایت میں آواز بھی نہ اٹھائے۔

ایلان کردی کا واقعہ جب پیش آیا تو مغربی پریس نے لکھا تھا کہ ایلان کردی کے والد عبداللہ کردی نے یورپ میں بہتر زندگی کے لیے اپنا خاندان سمندر میں ڈبو دیا۔

جب اس اصطلاح پر خود مغرب میں اعتراضات اٹھائے گئے تو شام کے مسلمانوں کے لیے Refugees کی اصطلاح استعمال رائج کی گئی۔ یعنی موجودہ دور میں وہ انسان جو داخلی جنگوں یا قدرتی واقعات کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ چکے ہیں اور یورپی لوگ ان کی مدد کر رہے ہیں اس اصطلاح کی ترویج کر کے یورپین لوگ اپنا کردار بہت اچھلا اچھلا دکھانا چاہتے ہیں اور دنیا میں یہ فکر پھیلانے کی کوشش کی کہ امریکا یا دیگر مغربی ممالک کا شام کے مسائل میں کوئی کردار نہیں ہے۔ اور نہ شامیوں پر کوئی ظلم کیا ہے۔

مگر اس اصطلاح کے بعد مہاجرین کو Economic Migrants مغرب کے مزدور یا یورپ کے اقتصادی غلام کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ یعنی یورپینز کی خدمت اور ضروریات پوری کرنے کے لیے افریقیوں کی طرح کے سستی انسانی قوت۔ بس فرق اتنا ہے کہ افریقیوں کو کشتیوں میں اپنے گھروں سے نکالا گیا تھا اور شامیوں کو انتہائی سختیوں میں کشتیوں کے ذریعے یہاں خود آئے ہیں۔

عالمی شہرت یافتہ انگریزی روزنامہ دی اکانومسٹ نے بھی اپنے ایک مضمون میں شامی مہاجرین کے لیے یہی اصطلاح استعمال کی ہے۔

چونکہ عالمی میڈیا کا یورپ کی پالیسیوں پر گہرا اثر ہے اور عالمی میڈیا صہیونیوں کا قبضہ ہے اس لیے ان مظلوم مسلمانوں کو مزید اذیت سے دوچار کرنے، دنیا میں مزید منتشر کرنے اور ان میں سے ذہین جوانوں کو اپنے مفادات کی خاطر جمع کرنے کے لیے میڈیا میں ان مہاجرین کے خلاف انتہائی منفی پروپیگنڈا شروع کیا گیا تاکہ مغربی رہنماؤں اور عوام کے ذہنوں میں ان کے خلاف زہر بھر دیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ انسانی حقوق اور جمہوری اقدار کے علمبرداروں نے بہت شام اور عراق کے مہاجرین کو اپنے خطوں سے نکالنے کی مہم شروع کر دی اور پے در پے ان ممالک سے مہاجرین کا انخلاء کیا گیا۔

سویڈن نے 80 ہزار مہاجرین کو نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سویڈن انتظامیہ کی وزارت داخلہ نے ایڈریس ایجمن نے میڈیا کو بتایا کہ 2015 میں مختلف جنگ زدہ ممالک سے یہاں آنے والے 80 ہزار پناہ گزینوں کی درخواستیں ہماری حکومت مسترد کر چکی ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ باہر نہیں نکلے اور یہاں غیر قانونی طور پر رہ رہے ہیں۔ حکومت نے ان غیر قانونی آباد کاروں کے خلاف سخت اقدامات کا ارادہ رکھتی ہے۔ حکومت نے پولیس اور مہاجرین کی رجسٹریشن کے ادارے کو حکم دیا ہے کہ ان کے کوائف جمع کیے جائیں تاکہ انہیں نکالنے میں کوئی مسئلہ نہ ہو۔

سویڈن کے اس اعلان کے بعد فن لینڈ نے بھی یہ اعلان کیا ہے کہ حالیہ جنگوں میں یہاں آنے والے 20 ہزار مہاجرین کو اپنے ملک سے نکال دی جائے گا۔ ہالینڈ نے بھی ان دونوں ممالک کی تقلید کی ہے اور کہا ہے کہ آنے والے تمام پناہ گزینوں کو یہاں سے نکالا جائے گا۔

معرف عربی جریدے الشرق الاوسط نے لکھا ہے کہ شام اور عراق سے یورپ جانے والے مہاجرین نے گذشتہ ایک سال کے دوران مذہبی، لسانی اور قومی تعصب کے علاوہ کچھ بھی نہیں دیکھا۔ کیمپوں میں غیر مردوں کے ساتھ ایک جگہ اپنی خواتین کو رکھنا پڑتا تھا، بچوں پر تشدد کیا جاتا تھا، کھانے کے حصول کے لیے لوگوں کو لمبی قطاروں میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اس طرح انسانی شرافت پامال کی جاتی تھی۔

ناریمان نامی مراکشی نژاد خاتون جو جرمنی میں پیدا ہوئی اب دوسرے فوجیوں کے ساتھ مل کر مہاجرین کی بحالی پر مامور ہے۔ ناریمان نے اپنے فیس بک پیج پر لکھا ہے کہ گذشتہ ایک سال سے جب سے یورپ میں مسلمان پناہ گزینوں کی آمد شروع ہوئی ہے جرمنی سمیت پورے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف بے انتہا نفرت کا اضافہ ہوا ہے۔ اچھے سلوک اور ایک دوسرے کے احترام کی جو فضا پہلے قائم تھی اب وہ ختم ہوتی جارہی ہے۔ میرے والدین 52 سال پہلے یہاں آئے ہیں۔ ہم سب بہن بھائی یہیں پیدا ہوئے ہیں۔ یہیں پر تعلیم حاصل کی ہے۔ ہم سب بہن بھائی سرکاری اداروں میں کام کررہے ہیں ۔ ہم نے جرمنی میں بہت پرامن زندگی گذاری ہے مگر اب بہت تیزی سے منظم طریقے سے مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب پھیلایا جارہا ہے۔ یہاں اب پلان کے مطابق متعصب لوگ مسلمانوں کے خلاف ایسے اشتعال انگیز حرکتیں کررہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو جذباتی کرکے ان سے ایسے کاموں کا ارتکاب کروایا جائے جو جرمنی میں جرم تصور کیا جاتا ہے تاکہ جرمنی سے نکالے جانے کی راہ ہموار ہو۔

ناریمان کہتی ہے کہ میرے بھائی اور شوہر دونوں کی خواہش تھی کہ داڑھی بڑھادیں مگر داڑھی رکھنے کے بعد ایک دن جب وہ متعصب عیسائی نوجوانوں کے پاس سے گذرنے لگے انہوں نے پکڑ کر انہیں شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور اسے بتایا کہ ہم نے تمھیں اس لیے مارا ہے کہ ایک شدت پسند مسلمان ہو۔ میرے بھائی اور شوہر دونوں نے داڑھیاں کاٹ دیں۔ وہ اس پر بہت پریشان بھی ہیں کیوں کہ بات صرف داڑھی کی نہیں ہے بلکہ معاشرے میں ایسے متعصب اور منفی افکار کا پیدا ہونا ایک مسئلہ ہے۔ پورا سال پریشانی اور تکالیف میں گذارنے کے بعد اب یورپی ممالک کے یہ اعلانات کہ وہ مہاجرین کو اپنے ملک سے نکال دیں گے اس نے ان مسلمانوں کو شدید تشویش میں ڈال دیا ہے۔ اور کچھ نہیں جانتے کیا کریں اور کہاں جائیں۔

مغربی ممالک سے مہاجرین کی بے دخلی کے حوالے سے عرب میڈیا نے حیران کن انکشافات کیے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ سویڈن سمیت تمام مغربی ممالک چھان بین کے بعد ان کی بے دخلی کا حکم جاری کیا ہے۔ صاحب ثروت، ذہین اور ہنرمند جوانوں کو اپنے ملک میں رکھا جاتا ہے اور بوڑھے، خواتین، بے آسرا اور بے ہنر لوگوں کو اپنے ملکوں سے نکالا جاتا ہے۔

اپنے ممالک خصوصا شام سے مسلمانوں کے انخلاء میں مغرب اپنے وہی مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے جس کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا تھا۔ شاید مغرب میں یہ امید بھی موجود ہے کہ مجبوری کی اس بری حالت میں شام کے بہت سے مسلمان اپنا دین چھوڑدیں گے اور مسیحیت قبول کریں گے جیسا کہ کچھ رپورٹوں میں آیا ہے کہ کئی مسیحی اداروں نے یہ کوششیں شروع کردی ہیں۔ مگر جب ہم شام کے مسلمانوں کی اپنے دین سے محبت کو دیکھتے ہیں تو ہم مطمئن ہیں اور پورے اطمینان سے کہتے ہیں کہ وہ کبھی بھی اپنا دین نہیں چھوڑیں گے بلکہ یورپ میں ان لاکھوں مسلمانوں کی آمد سے اسلام پھیلے گا اور مسلمان نیک نام ہوں گے۔ یورپ جانے والے تمام مسلمانوں سے الگ شامی لوگ بہت مہذب، نرم خو اور خوش اخلاق ہیں۔ مستقبل میں ان کی یہی تہذیب اور شائستگی یورپ کے مسلمانوں کی اچھی شہرت اور اسلام کی اشاعت کا سبب ہوگا۔ دشمنوں کی تمام سازشیں اور امیدیں خاک میں مل جائیں گی

جہادی میڈیا کی اہمیت اور ضرورت

سعد کٹوازی

جہاد میں مسلح جدوجہد کے ساتھ میڈیا کی اہمیت اور ضرورت پر بہت کچھ لکھا اور بولا جاچکا ہے جس کی وجہ سے اب اس کی اہمیت سے انکار کرنا ناممکن ہے۔ صحافت کی اہمیت کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واضح ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلح جدوجہد کے ساتھ پروپیگنڈے کی جنگ بھی لڑی ہے اور اپنے صحابہ کرام کو اس جنگ کی ترغیب بھی دی ہے۔ جہاد کیلئے میڈیا کی ضرورت کے پیش نظر آج کل جہاد میں میڈیا کے کردار اور ضرورت پر ایک مرتبہ پھر قلم اٹھانے کی کوشش کی ہے تاکہ یہ موضوع مزید واضح ہو۔

میری تحریر چونکہ مختصر ہے اور اس کے لئے کسی عنوان کی ضرورت بھی نہیں لیکن اس کی خوبصورتی کیلئے نبی علیہ السلام کی ترغیبی الفاظ اور ارشادات سے آغاز کرتا ہوں۔ جس کی وجہ سے مسلح اور صحافتی میدانوں کا تقابلی جائزہ اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق دور نبوت اور موجودہ زمانے کی صحافتی جنگ کا نقشہ بھی ہمارے سامنے آجائے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب صحیح البخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن مشرکین سے ہمارا سامنا ہونے سے قبل نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیر اندازوں کی ایک جماعت کو ایک چوٹی پر بھیجا، جنگ کے اختتام پر ابوسفیان نے بلند آواز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے نام لے کر پکارا کہ وہ کہاں ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ انہیں جواب نہ دیں، بعد میں جب ابوسفیان نے کہا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب ضرور دیتے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود پر قابو نہ رکھ سکے اور بلند سے آواز سے جواب دیتے ہوئے کہا "تم نے جھوٹ بولا اے اللہ کے دشمن، اللہ نے ان لوگوں کو بچالیا ہے جن کے ذریعے تمہیں رسوا کرے گا۔"

ابوسفیان ایک بت کا نام لیتے ہوئے کہنے لگے "ہبل بڑا ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ جواب دے کر کہیں کہ "اللہ سب سے بڑا اور عظیم ہے" ابوسفیان نے ایک مرتبہ پھر کہا کہ ہمارے پاس عزا[بت] ہے۔ اس مرتبہ پھر نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ابوسفیان کو جواب دیں اور کہیں کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں۔

> ہم دیکھ رہے ہیں کہ افغانستان کے غیور نوجوانوں کی بڑی تعداد غیر قانونی طور پر نہایت پر خطر راستوں سے مغربی ممالک کی طرف جانا شروع ہوگئے ہیں۔ اس قسم کے پر فریب صحافتی پروپیگنڈے کے ذریعے مغرب نے ہمارے بہت سے نوجوانوں کو اپنے جال میں پھنسالیا ہے اس حالت کو دیکھتے ہوئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ کل خدانخواستہ وہ نوجوان بھی مغربی ملکوں کا رخ کریں گے جو ملکی امور کی ذمہ داری اور ایک سچے اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جدجہد میں مصروف ہیں۔ ہم نے اگرچہ ضروری حد تک میڈیا کے میدان کو سنبھال لیا ہے لیکن اس طرف خصوصی توجہ اب بھی نہیں دی اس لئے ہم نے بین الاقوامی سطح پر اپنے جامع تمدن سے ہاتھ دھولئے ہیں۔

اسی طرح امام مسلم اپنی کتاب صحیح المسلم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاعر صحابہ کرام سے فرمایا کہ قریش کے بارے میں اشعار کہا کریں کیونکہ یہ تیروں کے وار سے بھی زیادہ اثر کرتے ہیں۔

عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بلانے کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے کئی آدمیوں کو بھیجا تاکہ وہ اشعار میں کفار کی ہجو کریں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک آپ اللہ اور اللہ کے رسول کا دفاع کرتے رہیں گے حضرت جبریل علیہ السلام تیری مدد کریں گے۔

دیکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابو سفیان کو جواب دینے کا حکم فرمارہے ہیں اور جواب بھی خود بتلارہے ہیں۔ حسان رضی اللہ عنہ کو کفار کے ہجو کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اسی طرح نبی علیہ السلام جہادی ترانوں کیلئے اپنا ممبر مبارک ترتیب دیتے تھے۔ اسی طرح عرب رسم رواج کے مطابق جہادی سفر کیلئے سواری بھی کرایہ پر لیتے تھے۔

موجودہ جہاد میں مسلح جدوجہد جس طرح اپنا حلیہ تبدیل کر رہا ہے اسی سے زیادہ میڈیا میں بھی بڑی حد تک تبدیلی آئی ہے۔ حالیہ دنوں میں مجاہدین کی کامیابیوں کا سلسلہ شروع ہونے کے ساتھ ہی دشمن کے اوسان خطا ہوئے اور وہ میدان جنگ میں مجاہدین کا مقابلہ کرنے سے قاصر تھا اس لئے انہوں نے میڈیا کو اپنے آخری حربے کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا اور اپنی شکستوں پر پردہ ڈالتے ہوئے اپنے اہلکاروں کی ڈھارس بندھاتے رہے۔ لیکن الحمدللہ مجاہدین نے اس میدان میں بھی دشمن کو ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ موجودہ دور میں دو مخالف قوتیں ایک دوسرے کو میڈیا کے ذریعے جتنا نیچا دکھاسکتے ہیں دوسرے کسی ذریعے سے نہیں کرسکتے۔ اس لئے اب دو فریقوں کے درمیان زور آزمائی کا ایک اہم ہتھیار یہی میڈیا ہے مجاہدین کو چاہئے کہ اس وقت مسلح جدوجہد کے ساتھ وہ اس میدان میں پہلے سے زیادہ فعال کردار ادا کرتے رہیں۔ صحافتی میدان کو مسلح میدان کی طرح زیادہ افراد سے آباد اور فعال رکھیں اور اس میدان میں ہونے والی کوتاہیوں کو مسلح میدان کی کوتاہیوں سے زیادہ نقصان دہ سمجھیں۔

اسلام صدیوں سے ایک جامع تمدن کے طور پر جس طرح تاریخ میں ایک مقام رکھتا ہے اس دور کے مسلمان اپنے وقت کے ترقی یافتہ تمدن کے علمبردار سمجھے جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ ان میں رجال کار ناپید ہوتے گئے۔ کفار نے اپنی ترقی کا راز میڈیا ہی کے ذریعے پالیا، اب قدیم اسلامی متمدن تہذیب کو جن مسائل اور بحرانوں کا سامنا ہے آج تک کوئی قوم اس قسم کی شدید مشکلات کا شکار نہیں ہوئی اور یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ مسلمان اپنی شاندار اسلامی تہذیب سے سرشار ہونے کے باوجود اکیسویں صدی میں کفار سے پانچ سو برس پیچھے رہ گئے ہیں۔ اب جہاں ایک طرف مغرب ہماری تمدن پر براہِ راست حملہ آور ہے تو دوسری جانب جارحیت پسندوں کی کوشش یہی ہے کہ افغانوں کیلئے ملک میں سیر و تفریح کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرکے انہیں لہو ولعب میں مبتلا کریں تاکہ وہ مغربی جارحیت کو بھول جائیں، اس مقصد کیلئے وہ بڑے پیمانے پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو استعمال کر رہا ہے جس کے ذریعے وہ ہمارے ثقافتی اور اجتماعی اور اخلاقی بے راہ روی کی راہ ہموار کر رہا ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ افغانستان کے غیور نوجوانوں کی بڑی تعداد غیر قانونی طور پر نہایت پرخطر راستوں سے مغربی ممالک کی طرف جانا شروع ہوگئے ہیں۔ اس قسم کے پرفریب صحافتی پروپیگنڈے کے ذریعے مغرب نے ہمارے بہت سے نوجوانوں کو اپنے جال میں پھنسالیا ہے اس حالت کو دیکھتے ہوئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ کل خدانخواستہ وہ نوجوان بھی مغربی ملکوں کا رخ کریں گے جو ملکی امور کی ذمہ داری اور ایک سچے اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ہم نے اگرچہ ضروری حد تک میڈیا کے میدان کو سنبھال لیا ہے لیکن اس طرف خصوصی توجہ اب بھی نہیں دی اس لئے ہم نے بین الاقوامی سطح پر اپنے جامع تمدن سے ہاتھ دھولئے ہیں۔

جی ہاں یہ سب جہادی میڈیا کے میدان میں ہماری کمزوریوں اور خلاء کے سبب ہوگا، اکثر اوقات دشمن نے میڈیا کے ذریعے لوگوں کے اذہان مجاہدین کے خلاف زہر سے بھر کر انہیں مجاہدین سے بدظن کرنے لگتے ہیں۔ بین الاقوامی دجالی میڈیا کے پرفریب پروپیگنڈے سے لاعلم اور مخلص لوگ مذکورہ میڈیا کے پروپیگنڈوں کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں اور مجاہدین کے بارے میں وہی نظریہ اپناتے ہیں جو میڈیا انہیں فراہم کرتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس میدان

کیلئے تربیت یافتہ، ذہین اور فعال افراد تیار کریں جو مخالف دشمن کو مہارت سے اس میدان میں چاروں شانے چت کریں۔ ہماری میڈیا میں یہ نوجوان حقیقت حال کا ایسا خاکہ پیش کریں جسے ہر شخص تسلیم کرے، ہر واقعے کے بارے میں مختصر وقت میں امارت اسلامی کا موّقف اور ردِعمل میڈیا پر پیش کریں اور ہر وہ طریقہ اختیار کریں جس سے دشمن کو اس میدان میں کاری ضرب لگ سکتی ہو۔ عوام کو جتنی آسانی سے ہماری میڈیا تک رسائی حاصل ہو گی اتنا ہی زیادہ وہ امارت اسلامی کے موقف اور پالیسی سے آشنا ہوں گے جس سے مجاہدین اور عوام کے درمیان ہم آہنگی کی فضاء پیدا ہو گی اور انہیں ایک دوسرے کے قریب آنے کا احساس ہو گا۔

ہماری حق کی یہ آواز میڈیا کے ذریعے ہی ملکی ااور بین الاقوامی سطح پر گونجے گی۔ وہ الزامات جو ہم مسلمانوں پر لگائے جارہے ہیں ان کی تردید اور اپنا موقف بیان کرنے کا موقع ملے گا، جہادی صف کی خلاء کیلئے نوجوانوں کو دعوت دی جائے گی، عوام اور مجاہدین کو باخبر رکھنے کیلئے مختلف اوقات میں ان کا حوصلہ بڑھائیں گے، مخالف گروہ کے میڈیا پر پروپیگنڈے کا اپنے پلیٹ فارم سے موثر جواب دیا جاسکے گا، دشمن کے منصوبوں سے باخبر رہ کر ان کی جنگی رازوں کو افشاں کریں گے، اپنی آنے والی نسلوں کو اپنی قوم کے بے مثال فداکاریوں سے باخبر رکھا جائے گا، اور ابھی سے انہیں دشمنان اسلام کے خلاف بر سرِپیکار ہونے کا درس دیا جائے گا وغیرہ۔۔۔وغیرہ۔۔۔ اپنی لازوال اور بے مثال فداکاریوں کے باوجود ہم ابھی تک ایسے گمنام اس لئے تھے کیونکہ ہم میڈیا کے میدان میں فعال نہیں تھے جہاں ہمارے کارنامے محفوظ اور پھر نشر کئے جاتے۔

میڈیا کے ذریعے دنیا کے مسلمانوں کو مجاہدین کے فتوحات کی خبریں ملتی ہیں جس سے وہ خوش ہوتے ہیں ایک طرف مجاہدین کو دعائیں دیتے ہیں دوسری جانب بہت سے لوگوں کو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں بلکہ اس کے ساتھ عوام میں مجاہدین کے مزید حمایت کرنے والے افراد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے خود بھی قربانی کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہماری میڈیا میں زیادہ تر مجاہدین کی دفاع اور ان کی بے مثال قربانیوں کی بدولت حاصل ہونے والی کامیابیوں کے تذکرے شامل ہوتے ہیں تاکہ مغربی دجالی میڈیا کے سحر میں گرفتار مسلم امہ سکھ کی سانس لے سکے۔ دشمن اگر فضاء سے طیاروں کے ذریعے بم برساتا ہے توبرسائے توپوں سے اہداف کو بے شک نشانہ بنالے۔ ہمارے پاس اگرچہ یہ ذرائع نہیں ہیں لیکن ہم میڈیا کے ذریعے ان کی مادیت کی بنیاد پر ان کے بلند حوصلوں پر وار کریں گے پھر نہ انہیں طیارہ اڑانے کی ہمت ہو گی اور نہ کسی میزائل سے حملہ کرنے کی سکت رکھتے ہوں گے، بلکہ اللہ کی نصرت سے یہ تمام مادی اسباب ان شاء اللہ مجاہدین کے ہاتھ آئیں گے اس طرح میڈیا کا وار بہت کارگر ثابت ہو گا۔ کوئی بعید نہیں کہ میڈیا کے میدان میں بر سرپیکار مجاہدین ان مجاہدین سے جو دشمن کے ساتھ دوبدو لڑائی میں شریک ہیں زیادہ اجر کے مستحق ہوں، اخلاص اور ثواب کی نیت میڈیا کے محاذ پر کام کرنے والے مجاہد کو اگر موت آئے تو ان کی موت شہادت کی موت ہو گی اور ان کا رتبہ ان شہداء سے کم نہ ہو گا جو دوبدو لڑائی یا دشمن کی بمباریوں میں شہید ہوئے ہوں۔ اللہ کی راہ میں ایک مرابط [رات کو مجاہدین پر پہرہ دینے والا] کے ثواب سے میڈیا کے محاذ پر کام کرنے والے کا ثواب میرے نزدیک اس لئے زیادہ ہو گا کیونکہ اسے جہادی مصروفیت کے ساتھ ایک شرعی مسئلے کی تحقیق کرنے والے عالم کی طرح رات گذارنے کا ثواب بھی دیا جائے گا۔

توجب جہاد میں میڈیا کی اتنی ضرورت اوراہم کردار ہو تو پھر ثواب کے اعتبار سے بھی میڈیا کے محاذ پر سرگرم مجاہد مسلح مجاہد سے کم نہیں بلکہ وہ مجاہدین جو میڈیا میں کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں اور اس کے باوجود وہ یہ کام نہیں کررہے تو خدشہ ہے کہ وہ گنہگار ہیں۔ مسلح جدوجہد میں مصروف مجاہدین میں سے ان مجاہدین کو جو میڈیا میں کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں کو میڈیا میں کام پر لگادیا جائے۔ اور اس میدان میں انہیں ہر وہ ممکن سہولیات انہیں فراہم کی جائے جو اس میدان کو زیادہ مضبوط بنانے کیلئے اہم اور ضروری ہیں۔

امارت اسلامیہ

کے مجاہدین عوام کے محافظین ہیں

سید شریف

امارت اسلامیہ کے مجاہدین یوم تاسیس سے لیکر آج تک ہر قسم کے گھٹن حالات میں تمام تر مشکلات صرف اسلام کے مقدس دین کی حکمرانی اور افغان مجاہد قوم کی حفاظت کی خاطر برداشت کر رہے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے قیام کا عمل ایک ایسے وقت میں لایا گیا تھا جب ملک میں جاگیردارانہ دور حکومت کا دورہ تھا، عوام کی جان، مال، عزت اور اولاد کو ہر طرف سے خطرات لاحق تھے، امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین نے اس وقت مشکل حالات میں ان تمام چیلنجز کا مقابلہ کیا اور ایک مختصر وقت میں لازوال قربانیوں کی بدولت قوم اور ملک کو ان چیلنجوں سے نجات دلائی۔

بہت جلد پورے ملک میں امن قائم کر دیا، شرعی قانون نافذ کر دیا گیا، محبت اور ہمدردی کی فضا قائم کر دی، نسلی اور قومی تعصب کا خاتمہ کر دیا، تعلیمی اداروں کو دوبارہ فعال کر دیا، سڑکوں کی تعمیر و مرمت کر دی گئی، بجلی بحال کر دی گئی، مرکزی حکومت کی اتھارٹی اور اس کی رٹ قائم کر دی۔

امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں تمام تفریحی مقامات اور پارکوں کی رونقیں بحال کر دی گئی تھیں، تجارتی سرگرمیوں میں کئی گنا اضافہ ہوا، بیرونی ممالک کو جہازوں کی پروازوں کا آغاز ہوا، حجاج کرام اپنے ملک سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے اپنے ملک کے طیاروں میں سعودی عرب چلے گئے، بیرونی ممالک کے ساتھ مواصلات کے رابطے بحال ہوگئے، پائپ لائن منصوبے اور وائرلیس کمپنی کے ساتھ معاہدے ہوئے اور اس حوالے سے دوطرفہ اور منظم ابتدائی رابطوں کا آغاز ہوا جس میں افغان عوام کے مفادات کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا تھا۔

امارت اسلامیہ کی ان سنہری کامیابیوں پر کچھ نام نہاد دانشور اور متعصب لکھاری چشم پوشی اختیار کر رہے ہیں امارت اسلامیہ کا روشن دور حکومت کو کمیونسٹ دور حکومت مقایسہ کرنا بد دیانتی کے سواء کچھ نہیں حقیقت یہ ہے کہ امارت اسلامیہ کے دور حکومت کی خوبیوں کو چھپانا تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے اس وقت کا مثالی امن آج تک پوری دنیا کے لئے مثال ہے۔

غلط تجزیہ پیش کرنے اور حقیقت کو چھپانے کا سلسلہ اس وقت مزید تیز ہوا جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا، معروف تجزیہ نگاروں، کالم نگاروں اور صحافیوں کو ڈالر کی تنخواہ مقرر کر کے ایک مخصوص ایجنڈے کے لئے انہیں بھرتی کیا گیا، انہوں نے امریکی ڈالر کو ہضم کرنے کے لئے افغان عوام کی ملی اقدار کی غلط تشریح کر کے امریکہ کے ہاں میں ہاں ملایا، افغان مجاہد عوام کے جہاد کو پراکسی جنگ کا نام دیا گیا، جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد میں شریک مجاہدین کو دہشت گردوں کو نام دیا گیا اور اس جہاد میں قربانی دینے والے شہداء کو غیروں کا ایجنٹ قرار دیا گیا، تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی، افغانستان کے اسلامی تشخص کو مسخ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا، مغربی تہذیب اور ثقافت کو یہاں رائج کرنے کے لئے سر توڑ کوششیں کی گئیں اور قابض قوتوں کے ہر قسم جرائم کو جواز فراہم کیا گیا۔

افغان عوام گواہ کے طور پر دیکھ رہے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین ان کے ایمان، عقیدے، جان و مال اور وطن کی تحفظ کے لئے مقدس جہاد میں مصروف عمل ہیں اور اپنے ملک کی خود مختاری کے لئے قابض استعماری قوتوں کے خلاف برسرپیکار ہیں عوام کی دفاع کے لئے وحشی اہلکاروں کے ہر قسم تشدد، جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔

قابض استعماری قوتوں کی آشیرباد سے چلنے والے تمام چینلز، سول سوسائٹی اور لکھاری افغانستان کی موجودہ صورت حال دنیا کے سامنے حقیقت کے برخلاف سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن افغان عوام سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، صحیح اور غلط کی تمیز کر سکتے ہیں، حق اور باطل، ظلم اور انصاف، غدار اور ہیرو، غلام اور آزادی کے علمبردار میں فرق سمجھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ افغان مجاہد عوام بخوبی جانتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین ان کی زندگی، جائیداد، ملی اقدار، عقیدے اور ملک کے بہترین محافظین ہیں اس لئے وہ جانی و مالی تعاون سے ان کی بھرپور حمایت کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ مجاہدین بھی ان کی امیدوں کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچائیں گے اور اپنے شہداء کے خون سے وفاداری کرتے ہوئے ملک کو استعماری قوتوں کے تسلط سے آزاد کر کے خود مختار اسلامی نظام حکومت قائم کریں گے ان شاء اللہ تعالی۔

ہتھیار کے ساتھ قلم اور زبان سے بھی جہاد کرنا چاہیے

قاری حبیب

اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کے خلاف فوجی یلغار کے ساتھ پروپیگنڈہ مہم، اشتہارات، ثقافتی یلغار، میڈیا کے محاذ اور مسلم دنیا میں انتشار اور ہنگامے برپا کرنے کی سازشوں میں بھی سرگرم ہیں. اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مسلمان بھی مسلح جہاد کے علاوہ ان کے خلاف سرد جنگ، جہاد بالقلم اور جہاد باللسان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنی صلاحیتوں کو اسلام دشمن عناصر کے خلاف استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی سازشوں سے آگاہ کرنے کا فریضہ انجام دیں۔

مجاہدین کے لئے جہاد باللسان اور نشرواشاعت کے بہترین مواقع میسر ہیں وہ ان مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھاسکتے ہیں، مجاہدین پہلے اپنے آپ کو علمی اور فکری لحاظ سے تیار کریں جہاد کے اہداف اوراحکام کو جاننے کی کوشش کریں، اسلام مخالف طاغوتی قوتوں کے مذموم عزائم سے آگاہی حاصل کریں، اپنے، اپنے ساتھیوں اور معاشرے کی رہنمائی اور نجات کے لئے راہ ڈھونڈیں، الٰہی نصرت کے حصول کے اسباب معلوم کریں، پھر ہر اجلاس، ہر موقع، ہر تقریب اور ہر محفل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دوستوں اور عام لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے نفع اور ہمدردی کی غرض سے اصلاحی کوششیں کریں۔

جیسے کوئی مجاہد دشمن کے خلاف فوجی آپریشن کا منصوبہ بناتے وقت بہت ساری چیزوں کا خیال رکھتا ہے اسی طرح اپنے دوستوں اور عام مسلمانوں کی اصلاح، رہنمائی اور کفری طاغوتی قوتوں کی سازشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی حساس رہنا چاہیے۔

چونکہ مجاہدین کا تعلق عام لوگوں کے ساتھ ہے، ان کے گھروں، مساجد اور اجتماعات میں ہر وقت موجود ہوتے ہیں ان مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دینی اور جہادی مہم کی دعوت عام کرنے کی کوشش کریں امارت اسلامیہ کے اہداف اور پالیسی بیان کریں اوران کی خوب وضاحت اور تشریح کریں۔

جب دشمن ریڈیو کے ذریعے کوئی افواہ پھیلاتا ہے اور مجاہدین کو بدنام کرنے کے لئے کوئی پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اسی دن اصل حقائق معلوم کرنے کے بعد اپنے ماحول میں اس گمراہ کن خبر سے متعلق مجاہدین اور عوام کو یقین دلائیں، ان کے خدشات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اس طریقے سے دشمن کی سرد جنگ کی تمام سازشیں اللہ کی مدد اور بہترین حکمت عملی سے ناکام بنادیں۔

مجاہدین کو چاہیے کہ وہ شعوری طور پر امارت اسلامیہ کی حکمت عملی اور پالیسی جاننے کے لئے امارت اسلامیہ کے میگزین، پرنٹ شدہ رسائل اور ویب سائٹ کا مطالعہ کریں تاکہ وہ دلائل کی بنیاد پر ہر میدان میں اپنے موقف کی وضاحت کریں اس کے علاوہ امارت اسلامیہ کے نشریاتی ادارے جیسے میگزین، ایس ایم ایس، مواصلاتی پیغامات، آڈیو اور ویڈیو کے اجرا، انٹرنیٹ اور نشریاتی میڈیا اور دیگر عوامی نشریات سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ہر گھر اور ہر گاؤں تک حق کا پیغام اور دعوت پہنچانے کا فریضہ انجام دیں۔

بہرحال اگر جہاد کے محاذ پر سرگرم مجاہد زبان اور قلم کا مجاہد بھی بنے تو یہ نور علی نور ہوگا، اس سے کہیں زیادہ انعامات کا مستحق ہوگا اور انہیں دواجر ملیں گے۔

مذاکرات بطور وسیلہ

ش شاھین

چوتھی دہائی بھی ختم ہونے کو ہے مگر جنگ کے شعلے اب بھی افغانوں کے گرد لپکتے نظر آرہے ہیں۔ بوڑھے، جوان، بچے اور خواتین، حیوانات نباتات اور پورا ماحول جنگ سے متاثر ہوچکا ہے۔ اگرچہ جنگ افغانوں پر مسلط کی گئی اور افغانوں نے اپنے اقدار کی جنگ لڑی اور اب بھی اپنے اقدار کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کی جاسکتا کہ سرخ لشکروں کے ساتھ ہونے والی جنگ سے بھی مغرب نے فائدہ اٹھایا اور آج کی جنگ سے بھی اس دور کا سب سے بڑا غاصب امریکا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اسی کے لیے جنگ لڑی جارہی ہے، اسی کے لیے قتل ہورہے اسی کے لیے خون بہایا جارہا ہے اور اس طرح امریکا اپنے مقاصد تک پہنچنے کی کوششیں کررہا ہے۔

امریکا کی جانب سے جس جنگ کا اعلان کیا گیا تھا اب لگتا ہے کہ اس جنگ میں یہ لوگ خود بھی ایسے حالات سے دوچار ہوچکے ہیں جو یہ لوگ خود نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے یہ چاہتے ہیں جنگ کا طریقہ تبدیل کردیں۔ امریکا کے لیے یہ جنگ ختم ہوجائے گی اور ایک صلح نامہ دکھایا جائے گا مگر یہ جنگ جاری رہے گی۔ پھر بھی خون بہتا رہے گا، قتل ہوتے رہیں گے۔ افغانستان کی جنگ امریکیوں کے لیے اندازہ سے بڑھ کر طویل ہوگئی ہے۔ امریکی توقعات کے برعکس اس میں انہیں وسیع پیمانے پر جانی اور مالی نقصان پہنچا ہے۔

امریکا اب تک جنگ پر اصرار کرتا رہا۔ لگتا یہی ہے کہ جنگ سے اس نے بہت حد تک اپنے مقاصد حاصل کرلیے ہیں۔ جو کچھ وہ جنگ سے حاصل نہ کرسکا اب وہ سیاسی طریقے سے حاصل کرے گا۔ اسی لیے لگتا ایسا ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں افغانستان کا مسئلہ افغانوں کے لیے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور یہ لوگ مداخلت نہ کریں۔ حال ہی میں مذاکرات کے نام پر ہونے والی کوششوں میں ایک بار پھر تیزی آئی۔ ایک بار پھر امریکا چاہتا ہے کہ کابل اور اسلام آباد میں مذاکرات کا نیا سلسلہ شروع کرے۔ اسی لیے لگتا ہے مذاکرات کا سلسلہ مزید تیز ہوگا۔

معاصر جارحیت پسند قوتوں خصوصا امریکا کی تاریخ کو دیکھا جائے تو جنگ سے زیادہ ان کا سیاسی کھیل زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ یہ لوگ جب جارحیت کرتے ہیں تو اپنے دشمن کا ہی خاتمہ کرتے ہیں مگر جب جنگ سے پیچھے ہٹتے ہیں اور مذاکرات کی میز پر آتے ہیں تو ایسا کھیل کھیلتے ہیں کہ اس جنگ میں ہونے والے اپنے سارے نقصان کا ازالہ بھی کردیتے ہیں اور دشمن کو ایسے سیاسی کھیل میں گھیر لیتے ہیں جس میں نہ صرف اپنی شکست چھپالیتے ہیں بلکہ اپنے مفادات کا پورا پورا تحفظ کرلیتے ہیں۔ اب یہی کچھ یہ لوگ افغانستان میں کرنے جارہے ہیں۔ یہاں جنگ میں امریکا کو ایک جانب شدید جنگی نقصان ہوئے ہیں تو دوسری جانب انہیں شکست کا بھی سامنا ہے۔ یہ لوگ اب مکمل طور پر شکست کھانے کو ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنے دائمی فوجی اڈے خالی کردیے۔ مگر باہر کی دنیا میں کوئی رنگ دکھانا ضروری تھا اس لیے یہاں ایک سیاسی کھیل کا آغاز کردیا۔

امریکا یہاں دو کام کرنا چاہتا ہے۔ ایک یہ کہ افغان طالبان کی بنیادیں کمزور کردے۔ اگرچہ اب تک طالبان اس حوالے سے امریکا کے خلاف چوکنے ہیں۔ دوسری جانب افغانوں کو دکھانا چاہتا ہے کہ اگرچہ ہم ابھی جنگ میں شامل نہیں ہیں پھر بھی طالبان افغان فوج سے لڑ رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ امریکا نے اندازہ لگایا کہ اربکیوں اور مقامی پولیس کے ساتھ ساتھ جنرل دوستم اور کمانڈر عطا کی شکل میں سابقہ شمالی اتحاد کو ایک بار پھر کھڑا کیا جائے اور انہیں مضبوط کیا جائے۔ مگر یہ دونوں کمانڈر شمالی علاقوں ہی میں طالبان سے جنگ میں شکست کھاگئے اور منظر سے غائب ہوگئے۔ حال ہی میں ضیا مسعود نے بھی شمالی علاقوں میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ طالبان کے ساتھ نئی جنگ کے لیے تیار رہو کیوں کہ پیسے اور وسائل امریکا مہیا کررہا ہے۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ ضیا مسعود بھی ان کوششوں میں ناکام ہوگا۔ کیوں کہ شمالی عوام کو اب ان لوگوں پر کوئی اعتماد نہیں رہا۔

امریکا کا خیال ہے کہ اس طرح سے وہ اپنے اڈوں میں محفوظ رہے گا اور جنگ بھی جاری رہے گی۔ کیوں کہ اس خطے میں امریکا کے مفادات کے تحفظ کے لیے جنگ کا جاری رہنا ضروری ہے۔ دوسری جانب داعش اٹھ رہا ہے۔ جس سے امریکی مفادات کو ہی تحفظ ملے گا کیوں کہ ایک نئی جنگ میں امریکا کو ہی مفادات ملیں گے۔ دوسری جانب امریکا سے لڑنے والی قوت جس نے جیلیں اور تکلیفیں بہت کاٹی ہیں مگر امریکا کے سامنے سر جھکانے سے ہمیشہ انکار کیا ہے۔ اب امریکا سیاسی حربوں کے ذریعے انہیں ناکام کرنا چاہتا ہے۔ سیاسی ماہرین کے مطابق طالبان تاحال سیاسی میدان میں بھی اب تک مضبوط موقف رکھتے ہیں۔ اسی لیے اتنی آسانی سے سیاسی میدان میں نہیں اترتے بلکہ بہت احتیاط سے قدم اٹھا رہے ہیں۔

قطر میں پگواش کے اجلاس میں طالبان نمائندوں نے اپنی موجودگی اور موقف کے الفاظ سے دنیا کے سامنے خود کو ایک مستحکم، طاقتور اور حق بجانب فریق کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ جن پر جنگ مسلط کی گئی ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ کابل میں مسلط حکومت ایک غیر قانونی انتظامیہ ہے جسے امریکا نے مسلط کیا ہے۔ اور یہ کہ افغانستان کو نجات اور خوشحالی دلانے کا واحد راستہ یہی ہے کہ امریکی فوج غیر مشروط طور پر افغانستان سے نکل جائے۔

اسلامی دنیا جارحیت پسندوں کے باہمی جنگوں کی زد میں

زمری افغان

موجودہ جارحیت پسند کفار بھی بیسویں، انیسویں اور بارہویں صدی کے جارحیت پسندوں کی طرح ہیں۔ جارحیت ماضی کے مقابلے میں شدت سے جاری ہے لیکن انداز نیا ہے۔ جارحیت پسند ممالک نہ صرف یہ کہ اسلامی ممالک پر حاکم ہیں بلکہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ الجھے ہوئے ہیں۔

اس تحریر میں جارحیت کی نئی لہر پر بحث نہیں کریں گے بلکہ ان مسائل پر بات کریں گے جو نئے اور پرانے جارحیت پسندوں کے درمیان جاری ہیں۔ اسلامی دنیا اب بھی امریکا، برطانیہ، فرانس، چین، روس اور دوسرے جارحیت پسندوں کی باہمی جنگوں کی آگ میں جل رہا ہے۔ اس تحریر میں ہم چند مثالیں پیش کریں گے جو اسلامی دنیا میں فرانس، امریکا اور برطانیہ کی باہمی چپقلش کی ایک واضح تصویر پیش کرے گی۔ امریکا، برطانیہ اور فرانس اب بھی افریقا سے مشرق وسطیٰ اور جنوبی واور وسط ایشاء تک اگر ایک طرف مسلمانوں کو کمزور کرنے کیلئے متحد ہیں تو دوسری جانب اپنے اپنے مفادات کی خاطر بھی ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف امت مسلمہ کے وسائل لوٹے جارہے ہیں بلکہ امت مسلمہ ان عالمی دہشت گردوں کی آگ میں بھی جل رہی ہے۔ اسلامی دنیا کے ایک بڑے خطے پر برطانیہ کی حکومت تھی اور اسلامی خلافت کے سقوط کے بعد ان کے کٹھ پتلی یہاں حکمران تھے۔ لیکن بین الاقوامی سطح پر امریکا کے مضبوط فوجی قوت کے طور پر ابھرنے کے ساتھ اس ملک نے بھی کوشش کہ اسلامی دنیا کے چند ممالک پر اپنا کنٹرول رکھ کر وہاں اپنے کسی کٹھ پتلی کو تخت پر بٹھا کر اس ملک کے وسائل لوٹ لئے جائیں۔

ان ہی کوششوں کے ساتھ امریکا، برطانیہ اور فرانس کے درمیان خفیہ اور اور اعلانیہ مقابلے شروع ہوئے جو آج تک جاری ہیں۔ چونکہ امریکا فرانس اور برطانیہ کے مقابلے میں ایک بڑی فوجی طاقت ہے اس لئے کچھ ممالک میں جہاں برطانیہ اور فرانس کا اثرورسوخ زیادہ تھا وہاں دخل اندازی کے ذریعے انہیں کمزور کرکے اپنے کارندے تعینات کئے، کچھ ممالک میں مفادات پر باقاعدہ سمجھوتے کئے گئے جہاں دونوں فریقوں کو برابر حصہ مل رہا ہے لیکن کچھ ممالک میں اب بھی ان کی باہمی مفادات کی خفیہ جنگ جاری ہے جس کا سب سے زیادہ نقصان مسلم امہ اٹھا رہی ہے۔ کچھ ممالک میں ان کی جنگ صرف سیاسی ہوتی ہے یعنی اسلحے کے استعمال پر مجبور نہیں ہوئے۔ امریکا نے جمہوریت اور دوسرے پر فریب نعروں کی مدد سے کچھ ممالک میں فرانس اور برطانیہ کے حامی افراد کے تختے الٹ دیئے اور وہاں اپنے کٹھ پتلیوں کی حکومت قائم کرلی۔

عاج ساحل پر حملہ:

فرانس نے ۱۸۴۳ش کو عاج ساحل [آئیوری کوسٹ] پر جارحیت کی اور اسے اپنا اتحادی ملک قرار دیا۔ اس ملک میں مسلمانوں نے فرانس کے خلاف شدید مزاحمت کی اور فرانس کو شکست دی لیکن فرانس نے ہمسایہ ممالک کے کچھ قبائل کی مدد سے بتدریج یہاں اپنا اثرورسوخ بڑھانا شروع کیا یہاں تک کہ ایک دن اسے بھی اپنا اتحادی ملک قرار دیا۔ اس استعماری اعلان کے دوران فرانس نے عاج ساحل کو رسمی طور تسلیم بھی کیا۔ بعد میں فرانس نے ۱۹۴۰ء میں عاج ساحل کو برائے نام آزادی دی اسی طرح جیسے چارلس ڈیگو نے کچھ افریقی ممالک کو برائے نام آزادی دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عاج ساحل پر ایک فرانسیسی کٹھ پتلی موت تک حکمرانی کے مزے لوٹتا رہا اور تادم مرگ فرانسیسی افواج پر اعتماد کرتا رہا۔ عاج ساحل کوکو پھلیاں پیدا کرنے والا دنیا کا ایک بڑا ملک ہے۔ لیکن اس پیداوار کا بڑا حصہ فرانسیسی کمپنیوں کا ہے۔ کوکو پھلیوں کے علاوہ یہ ملک سونے، تانبے، کوبالٹ اور یورینیم کے وسیع ذخائر سے مالا مال ہے۔ جس کا زیادہ تر فائدہ فرانس اٹھا رہا ہے۔ اس کے ساتھ فرانس نے اس ملک کے تمام مالی امور پر اپنی گرفت مضبوط کرلی ہے۔ عاج ساحل کے حکومتی، اقتصادی اور سیکیورٹی امور کی بھاگ ڈور بھی فرانس کے قبضے میں ہے اس ملک کے ۹۰۰، افراد ایسے ہیں جو ایک طرف حکومت کا دفاع کرتے ہیں اور دوسری جانب ان اکیاون ہزار سے دولاکھ تک فرانسیسی سرمایہ کاروں کی حمایت اور دفاع بھی کرتے ہیں۔ عاج ساحل [atlantic] کے ساحلوں پر گیانا کی خلیج میں واقع ہے۔ عاج ساحل اسٹریٹیجک محل وقوع کے لحاظ سے انفرادی

حیثیت کا حامل ملک ہے۔ اسی لئے فرانس نے اس ملک میں اپنی حاکمیت قائم کرنے کیلئے بڑے پاپڑ بیلے ہیں، تاکہ یہاں اپنی زبان اور ثقافت کو فروغ دے۔ عاج ساحل کی اس ہمیت کے پیش نظر امریکا نے اس ملک کو فرانس کے چنگل سے چھڑانے اور اپنے خونی پنجے گاڑنے کیلئے کوششیں تیز کردیں۔ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کیلئے امریکا نے عاج ساحل میں سیاسی کشیدگیاں پیدا کرنی شروع کیں۔ ۱۹۹۹ء میں عاج ساحل میں فوجی بغاوت ہوئی اور اس بغاوت کی رہنمائی جنرل رابرٹ گیوی کررہا تھا جنہوں نے بعد میں ۲۲/ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں انتخابات کرائے۔ فرانس نے امریکی مداخلت کے باوجود اپنے کٹھ پتلی لوران گباگبو کی مدد سے اپنے اثرورسوخ کو باقی رکھا۔ اس سے نہ صرف امریکی دباؤ میں اضافہ ہوا بلکہ یہاں تک خطرہ پیدا ہوا کہ اگلے انتخابات میں لوران گباگبو انتخابات میں حصہ لینے سے انکار نہ کردیں۔ اسی لئے جب ۲۰۰۵ء میں ان کی صدارت کی مدت ختم ہوئی تو انہوں نے انتخابات کئی مرتبہ ملتوی کردئے یہاں تک کہ امریکا کی جانب سے ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ اس قسم کے اقدامات سے عاج ساحل کی بین الاقوامی ساکھ کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور اس پر اقتصادی پابندیوں سمیت اقوام متحدہ کی رکنیت سے بھی محروم ہونا پڑ سکتا ہے۔ بعد میں ۲۰۱۰ء میں امریکا اور فرانس کے درمیان اس ملک کے انتخابات پر کشیدگی پیدا ہوئی جو کئی سالوں تک جاری رہی۔ لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ امریکا نے عاج ساحل میں فرانس کی مداخلت کم کی اور خود ہی اس ملک کے سیاہ وسفید کے خواب دیکھنے شروع کئے لیکن فرانس اب بھی اس ملک میں کافی اثرورسوخ رکھتا ہے اور اس ملک میں اپنے مفادات کی تحفظ میں مصروف ہے۔

الجزائر تنازع:

الجزائر میں برطانیہ کے حمایت یافتہ صدر عبدالعزیز بوتفلیقہ نے ۱۹۵۶ء امریکی کٹھ پتلی احمد بن بیلا کے خلاف فوجی انقلاب کے ذریعے حکومت پر قابض ہوئے۔ اس کے بعد اس ملک پر برطانیہ کی حکومت رہی۔ لیکن 1992ء میں فرانسیسی کٹھ پتلیوں نے فوج میں بغاوت کردی جس کے ذریعے انہوں نے ایک اسلامی جماعت کی حکمرانی کا راستہ روکا جو انتخابات جیت چکی تھی۔ بعد میں الجزائر میں خونی فسادات شروع ہوئے جس میں اس ملک کے بہت سے مسلمان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ 1999ء میں عبدالعزیز بوتفلیقہ ملک کے صدر منتخب ہوئے اور 2009ء کے انتخابات میں بھی کامیاب ہوئے۔ عبدالعزیز بوتفلیقہ کے برطانیہ کے ساتھ خوشگور تعلقات تھے نہیں مزید مضبوط کرنے کیلئے بوتفلیقہ نے 2006ء میں الجزائر کے پہلے صدر کی حیثیت سے برطانیہ کا دورہ بھی کیا۔

مالی میں فسادات:

2012ء کو مالی میں بغاوت ہوئی جس کے پیچھے امریکا کا ہاتھ تھا کیونکہ امریکا کی کوشش تھی مالی پر ان کے کٹھ پتلیوں کی حکومت ہو۔ شروع میں امریکا نے مالی کے ساتھ کچھ معاہدوں پر دستخط کئے جس کے تحت امریکا مالی فورسز کو دہشت گردی اور باغی جماعتوں کے خلاف لڑنے کی تربیت فراہم کرے گا۔ امریکا مالی میں اپنے مرضی کے آفیسروں کو منتخب کرکے امریکا میں ٹریننگ کیلئے بلا لیتا۔ مالی کے انقلاب کی رہنمائی جس شخص کے سپرد تھی وہ نقیب امادو نامی شخص تھا جو انہیں آفیسروں میں سے منتخب کیا گیا تھا۔ اور اس نے امریکا میں دہشت گردی کے خلاف لڑنے کی تربیت مکمل کرلی تھی۔

امریکی سفارتکاروں نے تسلیم کیا ہے کہ امادو امریکا کے کئی خفیہ دورے کرچکا ہے۔ اس انقلاب کا مقصد مالی میں فرانس کے اثرورسوخ کو کم کرنا تھا یہی ان کا بنیادی مقصد تھا۔ اس انقلاب کے نتیجے میں مالی سے فرانس کے اثرورسوخ میں کمی آئی اس لئے اسے کرو یا مرو کی صورتحال سے دوچار ہوا، کیونکہ اگر فرانس مالی میں اپنا اثرورسوخ واپس حاصل نہ کریں تے و آہستہ آہستہ اس پورے افریقہ سے اس کی مداخلت کم ہوجائے گی۔ اس لئے فرانس مالی پر بین الاقوامی مداخلت کی راہ ہموار کررہا ہے تاکہ اسے واپس اپنی پرانی راہ پر لایا جائے۔ فرانس نے اس مقصد کیلئے سیکیورٹی کونسل کے ذریعے اپنی فوج مالی بھیجنے میں کامیاب ہوا۔ لیکن یہاں امریکا کا گرفت مضبوط ہوچکا تھا اور فرانس واپس اپنی پرانی پوزیشن پر نہ پہنچ سکا۔

مختصر یکہ اسلامی دنیا میں امریکا، برطانیہ اور فرانس کی استعماری پالیسیاں اب بہت واضح ہوچکی ہیں جس کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اسلامی دنیا ایک واحد اسلامی محور کی غیر موجودگی میں بڑے ممالک کیلئے جنگ کا میدان بن گیا ہے وہ بھی کافر استعماری قوتوں کیلئے جو اسلامی ملکوں کی سرزمین پر قبضہ کرنے کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ دست وگریبان ہیں تاکہ وہاں ان کے کٹھ پتلیوں کی حکومت رہے اور وہ ان کے وسائل لوٹتے رہیں۔ اسلامی دنیا ہر قسم کے بیرونی مداخلت کو برداشت نہیں کرتی لیکن صرف کچھ اسلامی ممالک میں حاکم حکمران اور ان کے کٹھ پتلی سیاستدان اس مداخلت پر چپ سادھ لئے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو بیرونی مداخلت کیلئے نہ صرف تیار بلکہ ان کفری ممالک اتحادی بھی بنے ہوئے ہیں کیونکہ مغرب ممالک نے ان سے اپنی وفاداری کا حلف لیا ہے۔ ان کے قانون اور اشاروں کے مطابق اپنا ملک چلاتے ہیں بڑے عہدیدار منتخب کرتے ہیں تاکہ آنے والے وقت میں وہ سابقہ لوگوں کی جگہ لے سکیں۔

دشمن کا مذموم پروپیگنڈہ، میڈیا کا فریب اور امارت اسلامیہ کا کامیاب ثقافتی محاذ

خلیل عبید

تقریبا 15 سال پہلے امریکہ اور مغرب نے افغانستان پر فوجی یلغار کے ساتھ افغانوں کے عقیدے، ذہنوں اور خیالات پر بھی حملہ کیا، ایک جانب سے ہماری قوم کا قتل عام کرنے اور ہماری سرزمین پر آگ برسانے اور تباہ کن ہتھیاروں کا بے دریغ استعمال کرنے کا آغاز کیا تو دوسری جانب افغان مسلمان عوام کو ورغلانے اوران کی سوچ وفکر کو تبدیل کرنے کے لئے منفی پروپیگنڈے کا سلسلہ شروع کیا۔

اس سلسلے میں سینکڑوں ریڈیو، ٹیلی ویژن، میگزین، اخبار، انٹرنیٹ اور فحاشی کے دیگر قسم کے ذرائع ابلاغ کے مراکز قائم کئے گئے۔

امریکہ نے میڈیا اوراپنے ایجنٹوں کے ذریعے افغان عوام کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا، کئی بار اسلامی شعائر کی توہین کی، افغانی اقدار کا مذاق اڑایا، نوجوان نسل کو اپنے دین، ثقافت اور مذہب سے دور رکھنے کی کوشش کی، قومی تعصب کو پروان چڑھایا، علماء کرام اور معزز مذہبی شخصیات کو بدنام کرنے کی کوشش کی، جسم فروشی، فحاشی اور مغربی ثقافت کو فروغ دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔

اسی مغرب نواز میڈیا نے افغانستان پر مغربی قوتوں کے قبضے کے خلاف طالبان کے تابڑتوڑ حملوں اور قابض افواج کی ہلاکتوں کو شائع کرنے سے گریز کیا جبکہ بڑی دلیری سے جانبداری کا مظارہ کیا۔ لکھاریوں اور صحافیوں کو خرید اگیا انہوں نے امریکہ کے حق میں بھرپور پروپیگنڈہ کیا، فوجی آپریشن کے دوران وہ امریکی فوجی ہیلی کاپٹروں میں جنگ کے فرنٹ لائن پر گئے، فوجی لباس کو زیب تن کر کے فوجی اہلکاروں کا کردار ادا کیا اور جنگ کی لائیو نشریات کے ذریعے حق نمک ادا کیا۔

اللہ تعالی کی مدد سے جس طرح جنگی محاذ پر امریکہ اور نیٹو کو شکست ہوئی اوران کے تمام شیطانی عزائم ناکام ہوئے اسی طرح ثقافت کے میدان میں بھی مجاہدین نے کامیابی حاصل کی، امارت اسلامیہ کے محدود لکھاریوں، شعراء اور نعت خوان حضرات نے مغربی اور امریکی تہذیب کو بے نقاب کیا اور خوب انتقام لیا، امریکی لاوڈ سپیکر (آزادی ریڈیو) نے ایک رپورٹ مرتب کی جس میں اعتراف کیا گیا کہ طالبان کا میڈیا افغان حکومت اور امریکی میڈیا سے کئی گنا تیز اور فعال ہے۔

اللہ نے لکھاریوں کی استعداد میں اضافہ کیا، تحریروں اور نظموں میں اثر رکھا جس کو دشمن دیکھ کر حیران ہوا کہ طالبان کونسی ٹیکنالوجی اور حکمت عملی استعمال کر رہے ہیں طالبان جو اعلامیہ شائع کرتے ہیں تو بہت جلد پوری دنیا تک اس کی اطلاع اور خبر پہنچتی ہے حالانکہ تمام ذرائع ابلاغ اوروسائل امریکہ کے زیر کنٹرول ہیں اس کے باجود بہت کم وقت میں طالبان کی خبروں کی اشاعت ہوتی ہے، طالبان کا ردعمل اور کسی خبر پر تبصرہ مدمقابل سے زیادہ مدلل اور جلد سامنے آجاتا ہے، اسی طرح طالبان کی نظموں میں اتنا اثر ہے کہ نوجوان، بوڑھے، عورتیں اور معصوم بچے ہر قسم قربانی کے لئے تیار کرتے ہیں اور مجاہدین کے لئے دل کھول کر دعائیں کرتے ہیں۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جس طرح فوجی محاذ پر امریکہ اور نیٹو کو شکست ہوئی اوران کی ہر قسم وحشت اور بربریت کے باجود افغان عوام نے طالبان کی حمایت اور تائید کی اوراب اللہ کے فضل سے اسی فیصد علاقوں پر طالبان کا کنٹرول ہے اسی طرح ثقافتی میدان میں بھی امارت اسلامیہ نے کامیابی حاصل کی اوراپنا اثر برقرار رکھا، اللہ تعالی نے مجاہدین کی مدد کی اوراس میں اثر رکھا اسی سلسلے میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ((والذي نفس محمد بيده فكأنها تنهضونهم بالنبل)) اللہ تعالی نے آپ کی آوازوں میں تلوار سے بھی زیادہ اثر رکھا۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمارے شہداء کی قربانیاں قبول فرمائے اوران کی بدولت ہمیں آزادی کی نعمت نصیب فرمائے اور مجاہدین کو ہر میدان میں کامیابی سے سرفراز رکھے، امین

کرپشن میں ملوث حکمرانوں سے کرپشن ختم کرنے کی امید

بدر منہاج

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے سالانہ رپورٹ میں انکشاف کیا کہ 2015 میں افغانستان دنیا کا دوسرا بدعنوان ملک تھا اشرف غنی نے انتخابی مہم کے دوران عوام سے وعدہ کیا تھا کہ اقتدار میں آکر بدعوانی ختم کریں گے لیکن اقتدار ملنے کے بعد مخلوط حکومت کا ایک سال گزر گیا بدعنوانی ختم ہونے کے بجائے اس میں مزید اضافہ ہوا اور 2014 کے مقابلے میں گزشتہ سال بدعنوانی میں چند گنا اضافہ ہوا۔

کرپشن گناہ ہے اور ایک نظام اور معاشرے کے لئے کسی ناسور سے کم نہیں کرپشن نے آہستہ آہستہ ہمارے ملک اور معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کردیں اور نظام کمزور دیا اس لئے عوام کا اعتماد موجودہ مخلوط حکومت سے اٹھ گیا بلکہ خود حکومت میں شامل اعلی عہدیدار اپنی حکومت سے مایوس دکھائی دے رہے ہیں۔ جو لوگ خوف خدا سے معمور رہتے ہیں وہ کرپشن سے خود کو بچاتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہے کہ ایک دن دنیا اور آخرت میں اللہ کی عدالت میں ہمیں پیش ہونا ہے اور ذرہ، ذرہ کا حساب دینا ہے۔ اگر کابل انتظامیہ کے حکام اور افراد کے عقیدے اور سابق دور میں ان کے کردار کا جائزہ لیا جائے کہ یہ کون ہیں، ان کا پس منظر کیا ہے اور ان کا ماضی کیسا گزرا ہے تو ہم باسانی یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ کرپشن کے خلاف دعوے صرف میڈیا کی حد تک ہیں دراصل یہی لوگ کرپشن میں ملوث ہیں اور کرپشن کو فروغ دے رہے ہیں صرف عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور اپنی سیاست چمکانے کے لئے کرپشن کے خلاف باتیں کررہے ہیں۔

جو شخص بیروت کی امریکن یونیورسٹی سے گریجویٹ ہیں جنہوں نے ماضی میں امریکہ میں وقت گزارا ہے، امریکیوں کے ساتھ مدد کرنے کے لئے ملک آئے ہیں، امریکی سفارت خانے میں صدر منتخب کیا گیا ہے، بیوی کرسچن ہو، اپنے مذہب سے تعلق نہ ہو، روز قیامت پر یقین نہ ہو، افغان عوام کے قاتلوں اور سابق کمیونسٹوں کے ساتھ سمجھوتہ کرکے اہم اور کلیدی عہدے ان حوالے کرے، علاقائی دشمنوں کی چوٹی پر سجدہ ریز ہو، ایسے شخص سے کرپشن ختم کرنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

جو نظام ہزاروں افراد کے قاتلوں کے سپرد ہو، ان سے کس طرح کرپشن ختم کرنے کی توقع کی جائے گی؟ ایک نظام کے وزارتوں کے سربراہان ایسے لوگ ہو جو افغانستان کے عوام کے قاتل، اللہ کی ذات سے منکر، دہری اور سابق کمیونسٹ ہو کیا ایسے لوگ کرپشن کے خلاف جدوجہد کرسکیں گے؟

جو حکمران دوسروں کے مفادات کے تحفظ کے لئے اپنے ملک کے لوگوں کو جیلوں ڈالتے ہیں، ان پر تشدد کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں ایسے حکمرانوں سے کرپشن ختم کرنے کی توقع رکھنا عبث ہے۔ مختصر یہ کہ جو خود بدعنوانی میں ملوث ہو وہ بدعوانی کس طرح ختم کریں گے؟

جس نظام کا کنٹرول کرپشن زدہ لوگوں کے ہاتھ میں ہو وہ کرپشن کے خلاف کیا جدوجہد کریں گے؟ اللہ رحم فرمائے، ہر ایک بخوبی جانتا ہے کہ کابل انتظامیہ میں ایک بہت چھوٹا سا کام بھی رشوت کی ادائیگی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ طالبان کے ساتھ روابط کے شبہ میں لوگوں کو اٹھایا جاتا ہے پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ آپ کا معاملہ عدالت میں ہے اور ہر ایک کو عدالت بھیجا جاتا ہے جب عدالت میں وہ بری ہوجاتے ہیں تو پھر ہزاروں ڈالر کے بعد سالوں سال کے بعد انہیں رہا کیا جاتا ہے۔

اعلی حکام سرکاری املاک اور اراضی پر قبضہ کررہے ہیں، معاہدوں میں لاکھوں ڈالر غبن کررہے ہیں، پوسٹوں کو فروخت کیا جاتا ہے، بینکوں کو لوٹ لیا جاتا ہے، یہ حکمرانوں کی کرپشن کی چند مثالیں ہیں۔

کرپشن کا خاتمہ اس وقت ممکن ہے جب ایماندار، محب وطن اور اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہو اور ملک میں ایک خالص اسلامی نظام ہو اور جمہوریت کے بجائے افغان عوام کی توقعات کے مطابق اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو۔ مجاہدین سے عوام کی بڑی توقعات وابستہ ہیں انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب ملک میں نام نہاد جمہوریت کے بجائے اسلامی نظام سے لوگ معمور ہوکر رہیں گے۔

مذاکرات کے نام پر کیا ہو رہا ہے؟

حقمل ضیاء

تین عشروں سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ ملک میں کشمکش اور انارکی پھیلی ہوئی ہے۔ ان ہنگاموں کے مختلف پہلو اور عوامل ہیں۔ سب سے اہم عوامل بیرونی قوتوں کی جارحیت، دنیا کی سپر طاقتوں کی جانب سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی کوششیں، ملک کے اندرونی حصوں میں ایک خالص اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوششیں، ملک میں اسلام دشمن عناصر اور کفر کے ایجنٹوں کی موجودگی اور جارحیت پسندوں کے ساتھ ان کا ملاپ، ملک کا اہم ترین محل وقوع اور ان تمام تر مشکلات کے باوجود ان تمام دشمنوں کا ملک کے جری فرزندوں کی جانب سے مقابلہ اور مزاحمت۔

ملک کے اندر اور باہر بہت سے ماہرین کا یہ خیال ہے کہ یہ مسئلہ عسکری پہلو سے حل نہیں ہوگا جب تک مذاکرات کے ذریعے ملک کے لوگ ایک نکتے پر جمع نہ ہو جائیں۔ کابل میں امریکا کی تشکیل کردہ موجودہ انتظامیہ نے بھی اسی خیال کو سامنے رکھتے ہوئے دعوی کیا ہے کہ انہوں نے حالات کے پرامن حل کے لیے ایک کمیٹی اور شوری تشکیل دی ہے جو مذاکرات کے ذریعے رواں بدامنی اور تباہی کا خاتمہ کرے گی۔ مگر حقیقت کیا ہے اس حوالے سے آئندہ سطروں میں بحث کی جارہی ہے۔

کابل مذاکراتی شوری

یہ شوری کئی سالوں سے موجود ہے۔ مختلف حالات میں اس کے اجلاس بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے ارکان مختلف ممالک کے دورے بھی کرتے ہیں، مختلف ممالک میں اس نے دعوے بھی کیے ہیں کہ طالبان نے ہتھیار ڈالدیے ہیں اور مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسی کوئی پیش رفت سامنے نہیں آئی۔ نہ مذاکرات کا آغاز ہوا ہے، نہ اب تک اعتماد سازی ہوئی ہے۔

مذاکرات کا ارادہ:

کابل انتظامیہ نے اگرچہ مذاکرات کے لیے شوری بنائی ہے اور خود کو مذاکرات کا حامی ثابت کرنا چاہتا ہے مگر درحقیقت ان کی جانب سے مذاکرات کے لیے نہ کوئی ارادہ سامنے آیا ہے اور نہ مذاکرات کے لیے انہوں نے کوئی سنجیدہ قدم اٹھایا ہے۔

کابل انتظامیہ کے سابق سربراہ حامد کرزئی جو ہمیشہ امن اور مذاکرات کی بات کرتے تھے۔ انہوں نے جارحیت پسند قوتوں سے معاہدے کیے اور ان کی جارحیت کو طول دینے کے لیے حالات سازگار بنائے۔ کرزئی نے قطر میں امارت اسلامیہ کے دفتر کی موجودگی کی مخالفت کی جو مذاکرات کے لیے تیار ماحول کو خراب کرنے سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

"وحدت ملی" کے نام سے بھی مذاکرات کے لیے ایک ادارہ بنایا گیا ہے۔ اس کا کردار بھی مذاکرات کے حوالے سے کرزئی انتظامیہ سے ذرا مختلف نہیں۔ جب سے حکومت ان کے ہاتھ لگی ہے مذاکرات کی باتیں کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ لوگ مذاکرات کے شدید مخالف ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ اپنی حکومت سے پہلے ان لوگوں پر شدید تنقید کرتے جو مذاکرات کی بات کرتے، اسی طرح حکومت کے دیگر حکام بھی وقتاً فوقتاً علانیہ طور پر مذاکرات سے اپنی مخالفت کی اظہار کرتے رہتے ہیں۔

اسلام میں یتیم اور نادار بچوں کی کفالت

مفتی محمد فیاض قاسمی

معاشرہ میں رہنے والے قبیلے، خاندان اور برادریاں گو بہ طور شناخت ایک دوسرے سے ممتاز ہوتی ہیں، ان کی رہائش، ان کا معاش اور ان کا تمدن جداگانہ ہوتا ہے؛ تاہم بحیثیت معاشرت سبھی ایک ہوتے ہیں۔ غم اور خوشی میں شریک ہونا ان کا اخلاقی فریضہ ہوتا ہے۔ حوادثِ زمانہ کے تھپیڑے کھائے ہوئے لوگوں کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کی تکمیل کو وہ اپنی سماجی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور کم و بیش سماج کے لوگ اس ذمہ داری کو اس لیے بھی نبھاتے ہیں کہ وہ ان کے لیے گراں بار نہیں ہوتے؛ لیکن آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ سماج کے یتیم بچوں کی کفالت ہے۔ معاشرہ کے صاحب حیثیت اور متمول حضرات کے بھی قدم اس موڑ پر آکر رک جاتے ہیں؛ کیوں کہ ان کے سامنے یتیموں کا صرف پیٹ بھرنا ہی ایک ضرورت نہیں؛ بلکہ ان کی مکمل نگہداشت، تعلیم و تربیت اور ساری ضروریات کی تکمیل ایک لمبے عرصہ کی متقاضی ہوتی ہے۔ یہی سوچ کر گویا ہر ایک اپنے کو بری الذمہ قرار دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں ان بچوں کی زندگیاں یوں ہی ضائع ہو جایا کرتی ہیں۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس میں ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔ اللہ پاک نے کسی کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ ہر ایک کے لیے ایسے اسباب و ذرائع مہیا کر دیے ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ اللہ کی زمین پر رہ کر اپنی زندگی کے ایام گزار سکے۔ یتیم و نادار اور لاوارث بچوں کے بھی معاشرتی حقوق ہیں۔ ان کی مکمل کفالت ان کے حقوق کی پاسداری ہے اور اس سے منہ موڑ لینا ان کے حقوق کی پامالی ہے۔

یتیم و نادار بچوں کی دو حیثیتیں ہو سکتی ہیں: (۱) ان کے پاس مال ہو (۲) ان کے پاس مال تو نہ ہو لیکن ان کے عصبات، قریبی رشتہ دار یا ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو۔ پہلی صورت میں یعنی اگر ان کے پاس مال ہے، تو ان کی پرورش و کفالت ان کے مال ہی سے کی جائے گی؛ خواہ ان کا کفیل کوئی قریبی رشتہ دار یا ذوی الارحام یا کوئی غیر ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پوری احتیاط کے ساتھ ان کا مال ان پر خرچ کرے اور ان کی تربیت وغیرہ کا بھی خاص خیال رکھے۔ قرآن کریم نے تاکید کی ہے کہ ان کا مال پوری ایمانداری کے ساتھ انھیں پر خرچ کرو، اپنی ذات میں ہرگز ان کا مال استعمال نہ کرو۔ "وَلَا تَاكُلُوْا اَمْوالَهُمْ اِلٰى اَمْوالِكُمْ اِنَّه كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا" (سورہ نسا آیت ۲) اور جب بالغ ہو کر سوجھ بوجھ والے ہو جائیں، نفع و نقصان کی تمیز ان کے اندر آجائے تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو۔ "فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ" (سورہ نسا آیت ۶)

دوسری صورت جب کہ ان کے پاس مال نہیں ہے؛ لیکن ان کے عصبات یا ذوی الارحام موجود ہیں، تو پھر ان کی پرورش و پرداخت کے ذمہ دار یہی حضرات ہوں گے؛ البتہ ان میں یہ ترتیب ہوگی کہ عصبات میں زیادہ حقدار وہ ہوں گے جو رشتہ میں زیادہ قریب ہوں گے اور اگر عصبات موجود نہ ہوں تو ذوی الارحام ان کی کفالت کریں گے اور ان میں بھی قریبی رشتہ داری کو ترجیح دی جائے گی۔ "واذلم یکن للحاضن احد ممن ذکر انتقلت الحضانة لذوی الارحام فی احد الوجهین وهو الاولیٰ، لان لهم رحماً وقرابةً یرثون بها عند عدم من هو اولیٰ. فیقدم ابو أم، ثم امهاته، ثم اخ من أم، ثم خال۔ (الموسوعۃ الفقہیہ ج۱۷/ص۳۰۵)

ہاں اگر عصبات اور ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر حاکم وقت ان کو کسی مسلمان کے سپرد کردے گا؛ تاکہ وہ اس کی پرورش کرے۔ اور اس کا خرچ بیت المال برداشت کرے گا۔ ”ثم حاکم یسلمه الی من یحضنه من المسلمین۔ (الموسوعۃ ج۱۷/ص۳۰۵) البحرالرائق میں ہے کہ اگر والدین فقیر ہوں توباپ لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ باپ کو بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ ان بچوں کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہے

”ان کان فقیرین فعند الخصاف ان الاب یتکفف الناس وینفق علی اولاده الصغار، وقیل نفقتهم فی بیت المال۔

(البحرالرائق ج۴ص۲۰۱)

معلوم ہوا کہ مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے اگر ان لاوارثوں کی کفالت کے ذرائع موجود نہ ہوں تو ان کی کفالت بیت المال کے ذمہ ہے؛ لیکن ہندوستان جیسے ممالک میں بیت المال کی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے ان کی کفالت کا مسئلہ قابل غور ہے۔

بیت المال کے بجائے شرعی تنظیمیں الحمدللہ ہندوستان کے طول وعرض میں کسی نہ کسی شکل میں امت کے مسائل پر نظر رکھ رہی ہیں اور مسلمان اس امارت کے تابع ہو کر احکام شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں شرعی امارتوں کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ ان یتیم بچوں کی کفالت کا انتظام کرے، خواہ اس کے لیے جو بھی مناسب شکل اختیار کرنی پڑے۔ مثال کے طور پر ان بچوں کو اپنی تنظیم کے تحت چل رہے کسی ہوسٹل ویتیم خانہ میں رکھ کر ان پر امت مسلمہ کی طرف سے آئی ہوئی مدات خرچ کرے۔ یا پھر جہاں وہ بچے ہیں وہیں کے کسی فرد مسلم کو متعین کردے کہ وہ ان کی دیکھ ریکھ اور پرورش کرے اور ان بچوں پر خرچ کرنے کے لیے ہفتہ، مہینہ یا سال کے اعتبار سے رقم اس شخص کو ادا کرے۔ غرض بیت المال نہ ہونے کی بنا پر شرعی تنظیمیں ان کا انتظام کریں گی۔

اور اگر شرعی تنظیمیں بھی نہ ہوں یا ان کی طرف سے اس طرح کا انتظام نہ ہو سکتا ہو، تو بھی ایسے بچوں کی کفالت خود اسی علاقہ کے مسلمانوں کے ذمہ ہوگی جہاں اس قسم کے یتیم ونادار بچے ہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ”من ذاالذی یقرض اللّٰه قرضا حسناً فیضاعفه له اضعافا کثیراً (الآیۃ) کون ہے جو اللہ پاک کو بہترین قرض دے تاکہ اللہ اس کے لیے اسے اور بھی زیادہ بڑھادے۔ یتیماً ذا مقربة (الآیه) ای قرابة کما ان الصدقة علی الیتیم الذی لاکافل له افضل من الصدقة علی الیتیم الذی یجد من یکفله۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج۲۰/۶۹)

عن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انا وکافل الیتیم له ولغیره فی الجنة هکذا واشار بالسبابة والوسطی وفرج بینهما شیئاً۔ (بخاری جلد۲)

ای ان الیتیم سواء کان الکافل من ذوی رحمه وانسابه او کان اجنبیاً لغیره یکفل به۔ (شرح الطیبی ج۱۰/ص۳۱۷۶۔ للشیخ شرف الدین الحسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی۔ مطبع مکۃ المکرمہ الریاض)

یہ ساری آیات واحادیث گرچہ یتیم کی کفالت کے سلسلہ میں ترغیب وفضائل کی ہیں؛ تاہم مجملہ ان سے یہ بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ اس طرح کے نادار، لاوارث اور یتیم بچوں کی کفالت مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ اور حسب سہولت علاقہ اور محلہ کے افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی۔ ان بچوں کو یوں ہی ضائع ہونے نہیں دیا جائے گا۔ اگر کچھ لوگ اس ذمہ داری کو بہ طور کفایہ نبھالیتے ہیں، تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے ورنہ سب کے سب مسئول ہوں گے۔

❀ ❀ ❀

جنگی جرائم

فروری 2016

سید سعید

2 فروری 2016ء کو صوبہ قندوز ضلع علی آباد کے علاقے عمر خیل اور شیر محمد میں افغان فورسز کے حملے میں ایک خاتون اور ایک معصوم بچہ شہید جبکہ ایک خاتون سمیت دو افراد زخمی ہوئے۔

5 فروری کو صوبہ پکتیکا ضلع یحی خیل کے علاقے گناوی میں پرائیوٹ ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک شہری [حاجی مبین] کو بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

5 فروری کو صوبہ پکتیکا ضلع نکہ کے علاقے تور کلی میں ملکی فورسز نے چھاپے کے دوران شہریوں پر تشدد کیا اور چار شہریوں کو گرفتار کیا گیا.

6 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع بٹی کوٹ کے علاقے نواقل میں ملکی فورسز نے چھاپے کے دوران ایک معصوم بچہ اور دو مقامی پیش امام صاحبان کو گرفتار کیا گیا۔

7 فروری کو کابل کے ضلع سروبی کے علاقے میں افغان فورسز کے راکٹ حملے میں دو معصوم بچے شہید اور ایک شخص زخمی ہوا۔

8 فروری کو نیٹو فورسز نے افغان فورسز کے ہمراہ رات کی تاریکی میں قندہار کے ضلع خاکریز کے علاقے چنار اور تمبیل میں چھاپہ مارا اس دوران انہوں نے گھروں پر آندھا دھند فائرنگ کر دی جس کے باعث لوگوں میں خوف وہراس پھیل گیا اور اپنے گھروں سے نکل آئے جس پر جاسوس امریکی طیاروں نے بمباری کر کے 13 افراد کو شہید اور 8 کو زخمی کر دیا۔

11 فروری کو قابض فوجیوں نے رات کی تاریکی میں صوبہ ہلمند ضلع ناد علی کے علاقے شنہ جامعہ میں چھاپہ مارا، گھر گھر تلاشی لینے کے دوران چار افراد کو حراست میں لیا گیا۔

11 فروری کو صوبہ بغلان کے قبائلی معتبرین نے کابل میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی بغلان، ضلع ڈنڈ غوری اور ڈنڈ شہاب الدین میں گزشتہ جنوری سے حکومتی فورسز کا آپریشن جاری ہے جس میں اب تک 125 عام شہری شہید ہوگئے جن میں تقریبا 40 عورتیں اور بچے شامل ہیں جبکہ 650 افراد زخمی ہوئے رہنماؤں کا کہنا تھا کہ سرکاری فوج جان بوجھ کر مقامی آبادی کے باغات اور فصلوں کو تباہ کر رہی ہے کہ یہاں مخالفین کے محفوظ پناہ گائیں موجود ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اب تک 17 ہزار خاندان نقل مکانی پر مجبور ہوگئے ہیں اور اپنے گاؤں اور گھروں کو چھوڑ دیا، بغلان کے قبائلی عمائدین نے تباہ شدہ دیہات، گھروں، مساجد اور عوامی افادیت کی تنصیبات کی تصاویر جاری کر دیں اور فوری طور پر کارروائیوں کے خاتمے کی درخواست کی لیکن ان کارروائیوں کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے۔

16 فروری کو صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے عبداللہ خیل، نیو قلعہ، اور پرانا قلعہ کے دیہاتوں میں افغان فورسز نے مقامی لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو توڑ دیا، لوگوں پر تشدد کیا اور چار شہری کو گرفتار کیا گیا۔

17فروری کوصوبہ میدان وردک ضلع جلگی کے تنگی مارکیٹ میں سویڈن انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام چلنے والے ہسپتال پر قابض استعماری فوجیوں نے افغان اہلکاروں کے ہمراہ حملہ کیا، چار مریضوں کو موقع پر شہید کر دیااس کے علاوہ ڈاکٹروں اور دیگر عملے کو ہراساں اور خوفزدہ کر دیا گیاجبکہ افغان اہلکاروں نے ہسپتال کے طبی سامان کولوٹ لیااور ہسپتال کی عمارت کو بھی شدید نقصان پہنچایا گیا۔

18فروری کوصوبہ میدان وردک ضلع سید آباد کے علاقے مملومیں داخلی فوجیوں نے 12سالہ بچہ (یاسرولد رضی فضل) کوشہید کر دیا.

18 فروری کوصوبہ قندوزضلع دشت آرچی کے علاقے ادیسی میں افغان اہلکاروں نے مقامی آبادی کی طرف راکٹ فائر کرکے دو شہریوں کوشہیداورایک شخص کوزخمی کر دیا۔

19 فروری کوقندہار کے ضلع میوند کے علاقے سرہ بغل میں ملکی اہلکاروں نے ایک نجی کلینک اور ایک کار کو دھماکے سے اڑایااور تین شہری قیدیوں کے طور پر لے گیا۔

20فروری کوصوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے سینکڑوں لوگوں نے غزنی شہر میں پرائیوٹ [اربکی] ملیشیا کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی اور مظاہرہ کیا، مظاہرے سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ اربکی ملیشیاکے مسلح اہلکارلوگوں کویرغمال بناکر بھتہ وصول کرتے ہیں،لوگوں پر تشدد کرتے ہیں،زبردستی پیسے لیتے ہیں انہوں نے کہاکہ گزشتہ چند دنوں میں کجیر نامی علاقے میں ایک استاداورایک اور شخص کو تشدد کانشانہ بناکر شہید کر دیا، مشتعل مظاہرین نے حکومت اور ملیشیاکے خلاف شدید نعرہ بازی کی اوراعلان کیاکہ وہ اپنے علاقے میں ملیشیاکے اہلکاروں کوبرداشت نہیں کرسکتے ہیں انہوں نے مطالبہ کیاکہ فوری طور پر ملیشیاکوان کے علاقے سے نکال دیاجائے۔

26 فروری کوصوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی کے قریب عصمت مارکیٹ قابض حملہ آوروں نے رات کے وقت چھاپے کے دوران پانچ شہریوں کوحراست میں لیاگیا۔

27فروری کو قابض جارحیت پسندوں نے قندھار کے ضلع خاکریز کے علاقے دلام میں رات کے وقت چھاپے کے دوران پانچ شہری قیدیوں کے طور پر اپنے ساتھ لے گئے۔

27فروری کوصوبہ سرپل کے صوبائی دارالحکومت کے قریب انگوٹ علاقے میں دوملیشیاکمانڈروں کی ہلاکت کے بعد حکومتی حامی ملیشیاکے اہلکاروں نے دو دکانداروں کوشہید کر دیاجس کے بعد دکانداروں اوراہلکاروں کے درمیان جھڑپ ہوئی جس میں اہلکاروں نے آندھادھند فائرنگ کرکے عورتوں اوربچوں سمیت بیس شہریوں کوشہید کر دیااس کے بعداہلکاروں نے لوگوں کے گھروں کولوٹ لیااور پھران کوجلادیا۔

28 فروری کوصوبہ کنڑ کے ضلع مروری کے علاقے سیری گاؤں میں ایک گھر پر داخلی فوجیوں کے مارٹر گولے کے حملے میں چار بچے زخمی ہوئے اورایک بچہ شہید ہوا۔

ذرائع:

[بی بی سی، آزادی ریڈیو۔افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر،

نن ڈاٹ ایشیااور بینواویب سائٹس]

vvvvvvvv

مغرب کے پرانے اور بوسیدہ الزامات

افغانستان میں نیٹو فورسز کے ایک سابق کمانڈر جنرل ڈیو فریسر نے قندہار میں منعقدہ ایک اجلاس میں اعتراف کیا کہ طالبان کی حکومت امریکا اور مغرب کی سنگین غلطی تھی ان کا کہنا تھا کہ طالبان کے ساتھ جنگ میں نہ صرف امریکا اور نیٹو افغانستان پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے میں ناکام رہے بلکہ چالیس سال تک وسط ایشیاء کو سنگین بحران سے بھی دوچار کیا اور وہاں جنگ اور تباہیوں کی آگ بھڑکائی۔

نیٹو کے کمانڈر کا یہ اعتراف ایسے وقت میں سامنے آیا ہے کہ اب وہ جنگ جو امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان میں شروع کی پندرہ سال ہو چکے ہیں جس میں پانچ لاکھ مظلوم افغان امریکا اور مغرب کے وحشی حملوں میں شہید جبکہ پندرہ لاکھ سے زائد افراد زخمی ہوئے۔ اس کے ساتھ پورے افغانستان کے عوام کو مختلف قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا،

پندرہ سال قبل امارت اسلامی کے مؤسس امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے امریکا اور مغرب کو واضح الفاظ میں بتایا تھا کہ افغانستان پر ناجائز قبضے اور حملے سے اجتناب کریں اور اپنے ٹیکنالوجی اور طاقت پر گھمنڈ نہ کریں۔ کیونکہ یہاں ایک مضبوط اور عقیدے کی بنیاد پر بنی فوج موجود ہے جو بڑی بہادری سے افغانستان کے چپے چپے کی حفاظت کرے گی، دینی شعائر پر آنچ نہیں آنے دے گی اور تمھیں رسوا کن شکست کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

لیکن امریکا اور اس کے اتحادی اپنی ٹیکنالوجی اور طاقت کے نشے میں مست یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ چندماہ کی کارپٹ بمباریوں سے زمین پر موجود جہاد کے نام لیوالوگ ختم ہوجائیں گے اور اس سرزمین پر ہمیشہ کیلئے اپنے خونی پنجے گاڑیں گے۔

امریکا اور اس کے اتحادیوں کے افغانستان میں گذشتہ پندرہ سال دنیا کیلئے ایک کھلی کتاب ہے۔ امریکا اور نیٹو نے اپنا تمام اسلحہ اور جنگی ٹیکنالوجی یہاں استعمال کی جس کی وجہ سے امریکا کو اربوں ڈالر کا نقصان ہوا لیکن اس کا نتیجہ ہر شخص کیلئے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انہیں ان حملوں سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ تہی دست اور کمزور افغان عوام کے قوی ایمان اور سرفروشی نے امریکا اور نیٹو کے ڈیڑھ لاکھ مسلح فوج، کابل کی چار لاکھ کٹھ پتلی فوج کو شکست سے دوچار کیا۔ اس کے علاوہ غاصبوں کو دو ٹریلین ڈالر مالی نقصانات بھی برداشت کرنا پڑا۔ افغانستان کے ۳۴ صوبوں میں سے کم سے کم ایک صوبے میں بھی وہ پوری طرح کنٹرول حاصل نہ کر سکے۔

نیٹو کمانڈر جنرل ڈیو فریسر کے تازہ اعترافات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر امریکا اور اور اس کے اتحادیوں نے پندرہ سال قبل ہوش سے کام لیا ہوتا اور مرحوم امیر لمؤمنین رحمہ اللہ کی پیشین گوئیوں پر غور کیا ہوتا تو آج انہیں اس شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑتا کہ میدان جنگ میں قدم بہ قدم شکست کے بعد اب مذاکرات کی دہائیاں دے رہے ہیں۔ کبھی چین، کبھی پاکستان اور کبھی دوسرے ممالک کے ذریعے طالبان سے مذاکرات کروانے کی بھیک مانگتے ہیں۔

لیکن امارت اسلامی امریکا اور نیٹو کے خباثتوں اور مذاکرات کے پیچھے چھپے عزائم کو اچھی طرح جانتی ہے کبھی بھی ان کے ساتھ مذاکرات کے نعروں سے دھوکہ نہیں کھائیں گے کیونکہ امریکا کی موجودگی کم ہو یا زیادہ افغانستان کیلئے زہر قاتل ہے۔ نیٹو کمانڈر اپنی سابقہ کوتاہیوں کا اعتراف اور امریکا کے حماقتوں پر تبصرے کی بجائے امریکا کو افغانستان سے نکلنے کا محفوظ راستہ بتائے اور انہیں مشورہ دیں کہ جتنا جلد ممکن ہو افغانستان سے اپنی فوج نکالیں اس میں امریکا اور افغانستان دونوں کا مفاد ہے۔

لیکن امریکا اور اس کے اتحادی اپنی ٹیکنالوجی اور طاقت کے نشے میں مست یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ چندماہ کی کارپٹ بمباریوں سے زمین پر موجود جہاد کے نام لیوالوگ ختم ہوجائیں گے اور اس سرزمین پر ہمیشہ کیلئے اپنے خونی پنجے گاڑیں گے۔

افغانستان فروری 2016 کے مہینے میں

(نوٹ: یہ تحریر صرف ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے خود بھی اعتراف کیاہے، جبکہ اس کے علاوہ مزید مکمل اوردرست معلومات، جن میں غیر ملکی اوراس کے کٹھ پتلی دشمن کوبھاری جانی ومالی نقصان ظاہر کیاگیاہے، امارت اسلامیہ افغانستان کی رسمی ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں)

فروری 2016 میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے سردموسم کے باجودملک بھرمیں وسیع پیمانے پر دشمن کے خلاف آپریشن کومسلسل جاری رکھاجس کے نتیجے میں نہ صرف اہم علاقوں پراپناکنٹرول حاصل کیابلکہ دشمن کو بھی اس بات پر مجبور کیاگیاکہ وہ مجاہدین کی مضبوط قوت کوتسلیم کرنے اورافغان اور غیر ملکی فورسز کی ناکامی کابرملااعتراف کریں۔

اس مہینے کے دوران حسب سابق دشمن کی جانب سے شہریوں کومختلف مشکلات سے دوچار ہوناپڑا، اس حوالے سے ان رپورٹوں کو بھی نظرانداز نہیں کیاجاسکتاجن میں کہاگیاہے کہ حال ہی میں جارحیت پسندوں اوران کے حواریوں کی جانب سے بے گناہ شہریوں کی ہلاکتوں میں اضافہ ہواہے.ان موضوعات کے بارے میں مزیدتفصیلات جاننے کے لئے ذیل میں خصوصی عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

قابض دشمن کے نقصانات:

23فروری کوصوبہ بغلان ضلع پل خمری کے علاقے ڈنڈے غوری کئی روزتک جاری رہنے والی شدیدلڑائی کے دوران 26 امریکی اور افغان اہلکارہلاک اورزخمی ہوگئے، اس کے بعد 26فروری جمعہ کے روزقندوز کے ضلع دشت آرچی میں مزید2 امریکی فوجی مارے گئے اورایک دن بعدقندوز کے دارالحکومت میں مجاہدین نے سپیشل فورسز کے 8اہلکاروں ہلاک کردیا۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کا گواہ میدان جنگ ہے لیکن دشمن نے ان نقصانات پرنہ صرف خاموشی اختیار کی بلکہ دعوی کیاکہ فروری میں ان کاکوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

کٹھ پتلی دشمن کے نقصانات:

ظاہرہے کہ جنگ ہارنا اورمیدان جنگ سے فرار ہوناشکست کی علامت ہے جس کے باعث فوجیوں کے حوصلے بھی پست ہوتے ہیں اوراس وجہ سے جانی اورمالی نقصان میں اضافہ بھی ہوتاہے، دشمن کی ناکامی یہ ہے کہ کئی سالوں کے مضبوط ٹھکانوں کووہ چھوڑفرارہورہے ہیں اگرچہ ملکی فورسز کی ہلاکتوں کی صحیح تعداداب تک معلوم نہیں تاہم دشمن کوپہنچنے والے جانی ومالی نقصانات کی چندمثالیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتاہوں۔

2فروری منگل کوقندوز کے گورنر کے سیکریٹری ایک حملے میں ہلاک ہوانیزاسی روزایک اور واقعہ میں صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں مجاہدین نے میوند کے کورکمانڈر کے انفینٹری بریگیڈ کومارڈالا،اس کے علاوہ اسی روزصوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں سب سے کم سن نوجوان فوجی بھی طالبان سے جھڑپ کے دوران ہلاک ہوا۔

7فروری اتوار کوصوبہ سرپل کے دارالحکومت میں اجرتی میلشیاکاایک مشہور کمانڈرماراگیا.ایک روز بعد مشرقی صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانومیں صدارتی محل کاایک محافظ ماراگیا.16 فروری کوصوبہ پکتیکا کے علاقے انگورآڈہ میں سرحدی بٹالین کاکمانڈرماراگیااور اس کے بعد پیر کے روز22فروری کو ایک فدائی حملے میں صوبہ پروان کے ضلع غوربند میں اجرتی ملیشیاکے 8 اہلکاراپنے کمانڈرسمیت ہلاک ہوگئے. اس کے علاوہ 24فروری کوایک اورکارروائی میں خوست میں ہتھیاروں کے ڈپوپرماموراپک تکنیکی مینیجر کوہلاک کیاگیا۔

دشمن کودوجانب سے نشانہ بنایاجارہاہے ایک جانب سے وہ مجاہدین کے براہ راست حملوں میں نشانہ بن رہے ہیں تودوسری جانب سیکورٹی اداروں کی صفوں میں سرایت کرنے والے مجاہدین کے حملوں میں ہلاک ہورہے ہیں،ماہ فروری میں بھی ایسے کئی واقعات رونماہوئے۔

2 فروری کو صوبہ بادغیس کے ضلع قادس میں ایک پولیس اہلکار نے اپنے چار اہلکاروں کو قتل کر دیا. اس کے بعد 11 فروری کو قندہار کے ضلع ژڑی میں ایک چیک پوسٹ پر تعینات اہلکاروں میں موجود دو مجاہدین نے اپنے چھ پولیس اہلکاروں کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور خود فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

اسی طرح ایک اور واقعے میں 28 فروری کو قندھار کے ضلع میوند میں دو اہلکاروں نے چوکی کے کمانڈر کو تین ساتھیوں سمیت قتل کر کے فرار ہو گئے،29 فروری کو قندہار کے ضلع شاہ ولیکوٹ میں ایک اہلکار نے اپنے چار ساتھیوں کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا۔

دشمن کے مالی نقصانات:

گزشتہ ماہ کے دوران قابض دہشت گردوں اوران کی اجرتی ملیشیا کو بھاری جانی ومالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے جس کے مطابق 7 فروری کو مرکزی بغلان میں ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا،اس کے بعد کابل کے ضلع دسبز میں ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا اور چند دن بعد قندہار کے ائیرپورٹ پر ڈرون طیارے کو نشانہ بنا کر مار گرایا۔

اس کے علاوہ گزشتہ ماہ کے دوران مجاہدین کے حملوں میں دشمن کے بہت سارے ہتھیار، فوجی سامان اور درجنوں فوجی گاڑیں بھی باہ ہو گئیں۔

اجرتی اہلکاروں کی گرفتاری اور امارت کے صفوں میں شمولیت:

امارت اسلامیہ کے جلب وجذب [بھرتی] کمیشن کی کوششوں کی بدولت ماہ فروری کے دوران بھی حکومت کے مختلف محکموں کے (238) اہلکار اپنی ملازمتوں کو چھوڑ کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گئے ہیں جس کی مزید تفصیل امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں جلب وجذب کمیشن کی رپورٹ دستیاب ہے۔

عزم آپریشن:

عزم آپریشن کے سلسلے میں ماہ فروری میں دو اضلاع اور کئی اہم فوجی مراکز پر طالبان نے اپنا کنٹرول حاصل کر لیا.

اس کے علاوہ بڑے بڑے حملے کئے گئے جن سے دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا، ذیل میں چند بڑے واقعات کی مختصر سی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

یکم فروری کو کابل میں پولیس ہیڈ کوارٹر پر بڑا حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں نیٹو کے اعتراف کے مطابق کٹھ پتلی انتظامیہ کے 45 پولیس افسران ہلاک اور زخمی ہو گئے،7 فروری کو صوبہ لوگر کے اپیل کورٹ کے ججوں کی کار پر مجاہدین نے حملہ کیا جس میں کئی جج ہلاک اور زخمی ہوئے، اس کے بعد 8 فروری کو صوبہ بلخ میں مجاہدین نے فوج کی ایک منی بس کو نشانہ بنایا جس میں سوار تمام اہلکار ہلاک اور زخمی ہو گئے۔

13 فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں مجاہدین نے ایک اہم فوجی مرکز کو فتح کرنے کا اعلان کیا جس میں گولہ بارود، ہتھیاروں اور جنگی آلات کے بہت سارے سامان برآمد ہوئے،20 فروری کو رائٹرز نیوز ایجنسی نے خبر شائع کی کہ ایک ہفتہ کی شدید لڑائی کے بعد افغان سیکورٹی فورسز صوبہ ہلمند کے ضلع موسی قلعہ اور تمام دفاعی چوکیوں سے فرار ہو گئیں اوراس پر طالبان نے اپنا مکمل کنٹرول حاصل کر لیا،اس کے بعد 17 فروری بدھ کو قندہار کے ضلع میوند میں ایک دھماکے میں غیر ملکی اور ملکی افواج کے درجنوں اہلکار ہلاک اور زخمی ہو گئے،اوراس کے بعد 22 فروری کو صوبہ بغلان کے گورنر کے دفتر پر حملہ کیا گیا جس میں متعدد سیکورٹی گارڈز ہلاک اور زخمی ہوئے۔

اس مہینے کے دوران صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے ڈنڈ شہاب الدین اور ڈنڈ غوری کے علاقوں میں کئی روز تک شدید لڑائی جاری رہی جس میں 23 فروری ہفتہ کو 26 ملکی اور غیر ملکی فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے.26 فروری کو صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں مجاہدین نے ایک حملے میں 2 امریکیوں سمیت 22 اہلکاروں کو ہلاک کر دیا گیا۔

صوبہ جوزجان کے علاقے توشتیفی میں اجرتی ملیشیا ڈپٹی کمانڈر طالبان سے شدید جھڑپ کے بعد علاقہ چھوڑ کر فرار ہوا۔27 فروری کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں مجاہدین نے دشمن کے ایک بیس پر قبضہ کیا۔

27 فروری کو وزارت دفاع کے مرکزی دروازے پر دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں 15 اہلکار موقع پر دم توڑ گئے جبکہ 31 زخمی ہو گئے.اسی روز صوبہ قندوز کے دارالحکومت میں قابض اور افغان فورسز کے ساتھ طالبان کی جھڑپ میں قابض افواج کے سپیشل فورس کے 8 ہلاک اور زخمی ہو گئے. اور 29 فروری کو صوبہ

اروزگان کے ضلع خارخودی پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے امن اور اسلامی نظام کا سفید پرچم لہرادیا۔

مجاہدین کی مضبوطی کا اعتراف:

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ماہ فروری میں دشمن کو ایک بار پھر اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مجاہدین کی مضبوطی کا اعتراف کرلے، اس سلسلے میں 3 فروری کو نیٹو کے سابق کمانڈر جنرل رونالڈ کیمبل نے امریکی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ طالبان روز بروز مقبول اور مضبوط ہو رہے ہیں اور کابل حکومت گرنے کا سامنا ہے. انہوں نے 14 فروری کو ایک انٹرویو میں کہا کہ افغانستان کی سیکیورٹی مسائل میں سے 70 فیصد ملک کی کمزور قیادت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں. اس کے علاوہ 10 فروری بدھ کو امریکی انٹیلی جنس کے سربراہ نے کہا: افغانستان کے سیاسی نظام کی بنیادیں ہل رہی ہیں اور کسی بھی وقت یہ نظام زمین بوس ہو سکتا ہے۔

4 فروری کو صوبہ ارزگان کے ضلع دہراود کے مقامی حکام نے کہا: کابل انتظامیہ کا کنٹرول صرف اس ضلع کی چاردیواری تک محدود ہے اور صرف 5 فیصد علاقے پر مرکزی حکومت کی رٹ قائم ہے، 9 فروری کو صوبہ قندوز کے نومنتخب گورنر کی تقریب حلف برداری کے موقع پر انہیں بتایا گیا کہ اس صوبے کے مرکزی شہر کے علاوہ باقی تمام اضلاع پر طالبان کا کنٹرول ہے۔

14 فروری کو 505 زون کے کمانڈر جنرل نے صوبہ ہلمند میں کہا کہ: طالبان ہمارے ٹینکوں سے ہم پر حملہ کرتے ہیں. اس کے علاوہ 15 فروری کو فوجی امور کے ماہر کمانڈر امیر خیل نے کہا کہ امریکہ افغانستان میں شکست سے دوچار ہے اور راہ فرار اختیار کر رہا ہے، 27 فروری کو SIGAR ایجنسی نے بھی اس کی تائید میں اعتراف کیا کہ: افغانستان میں امریکی موجودگی ناکامیوں سے بھری ہوئی ہے. 29 فروری کو وال سٹریٹ نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں لکھا گیا تھا کہ افغانستان میں غیر ملکی افواج کا مشن اختتام پذیر ہوا لیکن طالبان ماضی سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہو گئے ہیں۔

عام شہریوں کو ہراساں کرنا:

ملکی اور غیر ملکی دشمن کی طرف سے فروری 2016 میں شہری ہلاکتوں کی شرح میں اضافہ ہوا. صوبہ بغلان کے پلخمری کی لڑائی میں دشمن نے تعصب اور قومی جرائم کا ارتکاب کیا، 21 فروری کو نیوزویک میگزین نے اس خبر کی تائید میں رپورٹ شائع کی کہ: گزشتہ سالوں کے مقابلے میں گزشتہ سال امریکی بمباری میں شہری ہلاکتوں میں اضافہ ہوا. UNAMA ایجنسی نے بھی 14 فروری کو ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ: سال 2015 میں 11 ہزار سے زیادہ عام شہری ہلاک ہو گئے ہیں. رپورٹ کی مکمل تفصیلات اگرچہ امارت اسلامیہ کی رسمی ویب سائٹ پر شائع ہو چکی ہیں لیکن مثال کے طور پر ہم یہاں چند واقعات کی مختصر رپورٹ پیش کریں گے:

یکم فروری کو صوبہ بغلان کے شہریوں نے کہا کہ مسلسل ناکامیوں کے بعد ملکی فورسز نے مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے حکومت کی عمارات تباہ کر دیں، اور اس سلسلے میں انہوں نے بجلی ٹاورز کو بھی نشانہ بنایا۔ جس کے باعث کابل شہر تاریکی کا قبرستان بن گیا.

23 فروری کو صوبہ بغلان کے لوگوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور حکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا کہ ضلع ڈنڈ غوری میں لوگوں کو حکومتی فورسز کی جانب سے شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

اس کے علاوہ: وفاقی دارالحکومت میں بھی لوگوں نے سیکورٹی کی بگڑتی ہوئی صورت حال کی شکایت کی ہے،، یکم فروری پیر کو ذرائع ابلاغ نے کابل میں لوٹ مار، قتل اور اغواء برائے تاوان کی واردات اور دیگر جرائم میں اضافہ کی خبر شائع کی جس کے باعث لوگوں کو غیر یقینی صورتحال اور خوف وہراس کا سامنا ہے، کابل کے شہریوں نے میڈیا کو بتایا کہ اب اس شہر میں بھی لوگوں کی جان ومال محفوظ نہیں ہیں، کابل کے شہریوں کو سیکورٹی اداروں اور ان اداروں کے ساتھ وابستہ افراد کی جانب سے شدید خطرات درپیش ہیں. 9 فروری کو قندھار کے ضلع خاکریز میں رات

کے چھاپے کے دوران قابض اور کٹھ پتلی فورسز کے اہلکاروں نے بلاوجہ 13 معصوم شہریوں کو شہید اور 8 کو زخمی کر دیا، آمدہ رپورٹس کے مطابق صوبہ بغلان کے ضلع ڈنڈ غوری میں وحشی سیکورٹی اہلکاروں کی ظالمانہ کارروائیوں میں شہری ہلاکتوں کی تعداد 750 پہنچ گئی، 18 فروری کو فورسز نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع دایمیر داد میں ایک ہسپتال پر چھاپہ مارا اور چار مریضوں کو شہید کر دیا۔ اگلے روز اسی صوبے کے ضلع سید آباد میں اجرتی فورسز کے اہلکاروں نے بارہ سالہ معصوم بچے کو اپنے والد کے سامنے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔

19 فروری جمعہ کو صوبہ غزنی کے ضلع انڈڑ میں لوگوں نے حکومتی ظلم وجبر کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور سیکورٹی اداروں کے اہلکاروں اور دیگر مسلح ملیشیا کے خلاف شدید نعرہ بازی کی، اور الزام عائد کیا کہ فورسز نے قانون کی دھجیاں اڑادیں۔

سیاسی میدان:

امارت اسلامیہ کے مجاہدین مسلح جدوجہد کے ساتھ سیاسی میدان میں بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی جانب راغب کیا ہے۔ یکم فروری کو امارت اسلامیہ نے اپنی ہفتہ وار پالیسی کے بیان میں ایک بار پھر واضح کیا کہ اسلامی قوانین اور شرائط کے مطابق خواتین کے حقوق اور اظہار رائے کی آزادی کی حمایت کرتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے نمائندوں کی اسلام آباد میں چار فریقی اتحاد کے اجلاس میں شرکت کی خبروں کی اشاعت کے بعد امارت اسلامیہ کے ترجمان نے سیاسی دفتر کی جانب سے اس ملک کے سفر اور ہر قسم کے مذاکرات کو مسترد کر دیا اور واضح کیا کہ امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے اس نام نہاد مذاکرات میں شرکت نہیں کی ہے۔

روسی افواج کی واپسی کا دن منانا:

15 فروری کو افغانستان سے روسی حملہ آوروں کے انخلاء کا جشن ایک ایسے وقت میں منایا گیا جب ملک کی مقدس سرزمین پر 50 سے زائد ممالک قابض ہیں اور صدر اور وزراء کے انتخابات سے لیکر ادنی ملازم تک تمام اختیارات ان کے پاس ہیں اور کچھ سابق جہادی لیڈروں جو فی الحال صلیبی قوتوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں نے قبضے اور قابضین کے خلاف جہاد کا نعرہ لگایا۔

امارت اسلامیہ کے ارکان نے جو کل روس کے خلاف جہاد میں مصروف تھے اور آج بھی صلیبیوں کے خلاف جہاد میں قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں نے ایک اعلامیہ میں کہا کہ: وہ وقت دور نہیں کہ ان کے کیلنڈروں میں 50 ممالک کی شکست اور انخلاء کا دن لکھ دیا جائے گا۔

ملک سے لوگوں کا فرار ہونا:

روزگار کے مواقع کی کمی، خراب سیکیورٹی صورتحال، کرپشن اور غیر ملکی امداد کا ختم ہونا ایسے عوامل ہیں جس کے باعث افغانستان سے لوگوں بالخصوص نوجوان طبقہ کا تیزی سے ملک چھوڑ کر باہر جانے کا سلسلہ جاری ہے اور ہر ماہ سینکڑوں لوگ اپنا وطن چھوڑ کر پناہ لینے کے لئے امریکہ اور یورپی ممالک جاتے ہیں۔ 17 فروری کو میڈیا نے ایک رپورٹ شائع کی کہ: اب تک کم از کم صرف 108 افغان صحافیوں نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے، جبکہ نام نہاد صدر نے دعوی کیا تھا کہ ملک کی معیشت ٹھیک کر کے افغانستان سے باہر رہنے والے تمام مہاجرین کو واپس لے آئے گا اور بہتر زندگی کے لئے روزگار کے نئے مواقع فراہم کریں گے۔

vvvvvvvv

قلم، تحریر نگاری اور کتاب کی اہمیت

ملا خبیر احمد مجاہد

قلم اور کتابت کی عظمت اور قدر دانی کے لیے یہی الفاظ کافی ہوں گے کہ اللہ تعالی نے اپنی ابتدائی وحی سورۂ علق میں قلم کی شان و شوکت ''الذی علم بالقلم'' سے بیان کی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن میں ایک سورت ''قلم'' کے نام موسوم کر دی۔ اور اس کی قسم کھائی کہ ''ن، والقلم ومایسطرون'' اللہ تعالی نے قلم کی قسم کھائی ہے، زبان کی نہیں۔ حالانکہ زبان قلم سے مقدم ہے۔ یعنی زبان اصل ہے اور قلم فرع ہے۔ مگر باریکی یہ ہے کہ زبان کی بہ نسبت قلم کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ قلم اور کتابت نہ ہوتی تو اتنا بڑا علمی ذخیرہ اور اپنے اسلاف، فقہاء اور صالحین کی خدمات، رہنمائیوں اور کارناموں سے کس طرح آگاہ ہوتے؟! ہمارا دینی رابطہ کس طرح مضبوط رہتا؟ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ ''اسلام سے قبل پورے عرب میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان کی مکمل تعداد 15 یا 17 تھی۔ مگر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ عربوں میں لکھنے پڑھنے کی بنیاد رکھی گئی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں صحابہ کرام کو حکم دیا کہ جب آیتیں نازل ہوں تو انہیں جمع کر لیا کریں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی آیات کی کتابت کے لیے مخصوص کاتب رکھے تھے۔ کاتب وہ لوگ منتخب کیے جاتے تھے، جو ذکاوت، امانت داری اور فن کتابت میں بے مثال تھے۔

ابن خلدون کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کاتبین تیس سے چالیس کے درمیان تھے۔ مکہ مکرمہ میں مشہور کاتبین حضرت ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان، خالد بن سعید عامر بن فہیرہ، ارقم بن ابو ارقم، جعفر بن ابی طالب، زبیر بن عوام اور معاویہ بن ابی سفیان تھے۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد وہاں ابو ایوب الانصاری، خالد بن زید، ابی بن کعب، زید بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ، معاذ بن جبل اور دیگر صحابہ کرام بھی کاتبین میں شامل ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں ہر حصے کے لیے مخصوص افراد کتابت پر مامور کیے گئے۔ حضرت علی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زید بن ثابت اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہم وحی کی کتابت کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ وحی کے ساتھ کفار، مختلف ممالک اور اقوام کے ساتھ ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدوں کی کتابت کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ لوگوں کے حوائج وضروریات لکھا کرتے تھے۔ سیدنا معیقیب غنائم اور حضرت زبیر بن عوام لوگوں کے صدقات لکھا کرتے تھے۔ ان سب میں سے کوئی ایک موجود نہ ہوتا تو ان کی ڈیوٹی حنظلہ بن ربیع ادا کرتے تھے۔ مگر ان تمام کاتبین میں سب سے مشہور اور ماہر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ حضرت براء سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جب سورۃ النساء کی یہ آیت ''لا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً'' نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زید کو میرے پاس بلا لاؤ۔ فرمایا دوات اور قلم بھی لے آؤ اور لکھو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ کا یہ حصہ پڑھا: ''لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اسی شرف کی وجہ سے حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے کاتب، جوان، عاقل اور ماہر آدمی ہو، اس لیے قرآن کریم کی جمع و تدوین کا کام کرو! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں کو اس بات کے بدلے رہائی دی کہ انہوں نے انصار کے بچوں کو کتابت سکھائی۔ اس سے خود بخود کتابت کی اہمیت، قدر ومنزلت اور ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے مجھ سے زیادہ روایتیں کسی نے نہیں کیں۔ کیوں کہ میرا کوئی دوسرا

مشغلہ نہیں تھا۔ دن رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو خود سے آگے سمجھتے ہیں۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا قال أَبَا هُرَيْرَةَ مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عثمان بن عفان اور زید بن ثابت کو خلافت کے خاص کاتبین کے طور پر چن لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے زید بن ثابت اور عبد اللہ بن خلف کا تقرر فرمایا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے مروان بن حکم، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ، عبد اللہ بن رافع اور سعد بن نجران کو خلافت کے فرامین لکھنے اور دیگر اہم امور لکھنے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ معلوم ہوا کہ قلم علوم وفنون کا حافظ، افکار کا پاس دار، علماء اور دانشوروں کے درمیان رابطے کا ذریعہ اور اگلی اور پچھلی نسلوں کو ملانے والا پل ہے۔ زمان ومکان میں ایک دوسرے سے دور انسانوں کے لیے قلم پیوند اور رابطے کا کام کرتا ہے۔ سب کو ایسے ملاتا ہے، لگتا ہے جیسے سارے مؤلفین اور مصنفین ایک کتب خانے اور لائبریری میں جمع ہوئے بیٹھے ہیں۔ اندلس کے مشہور عارف، مولف اور عالم ''ابن عربی'' کہتے ہیں: العلم صید والکتابة قید . وإذا ضاع القید ذهب الصید۔ علم بیش قیمت شکار ہے اور کتابت اس کے لیے قید ہے۔ اگر کہیں قفس ٹوٹ جائے تو شکار بھی ہاتھ نکل جائے گا۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ اَلْبَيَانُ بَيَانَانِ: بَيَانُ اللِّسَانِ، وَبَيَانُ الْبَنَانِ وَبَيَانُ اللِّسَانِ تَدْرُسُهُ الأَعْوَامُ، وَبَيَانُ الأَقْلَامِ بَاقٍ عَلَى مَرِّ الأَيَّامِ

بیان کی دو قسمیں ہیں: ایک زبان کے ساتھ اور دوسرا قلم کے ساتھ۔ زبان کا بیان زمانے اور وقت کے گذرنے سے پرانا اور ختم ہو جاتا ہے، جب کہ قلم کا بیان زندہ رہتا ہے۔ ابن بوّاب اپنے دور کے معروف خطاط اور صوفی تھے۔ کہتے ہیں: ''صُورَةُ الْخَطِّ فِي الأبْصَارِ سَوَادٌ، وَفِي الْبَصَائِرِ بَيَاضٌ''۔ خط کی ظاہری شکل اور رنگ تو نظر آجاتی ہے، مگر بصیرت اور معنویت آنکھوں کو بھلی لگتی ہے۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں: ''اَلْيَدُ الَّتِي لَاتَكْتُبُ رِجْلٌ''۔ وہ ہاتھ جو لکھنا نہیں جانتا، اسے ہاتھ نہیں پاؤں کہا جاتا ہے۔ ابن مقفع کہتے ہیں: ''زبان کا انحصار صرف حاضر لوگوں تک ہوتا ہے۔ مگر قلم کا فائدہ اور ثمر حاضر اور غائب دونوں کے لیے ہوتا ہے۔

کتاب کی قدر و منزلت:

اس دنیا میں نیک ساتھی وہ کتاب ہے، جو صحبت اور رفاقت کے ساتھ بندے کو گمراہیوں اور ناجائز امور سے روکے۔ اس طرح کی رفاقت اور اصلاح بلاشبہ اللہ تعالی کی نازل شدہ کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، فقہا اور مجتہدین کی کتابوں اور تالیفات میں ہے۔ جو امت کے پاکیزہ قلوب اور اللہ سے ڈرنے والے سلف صالحین اور ائمہ دین ہیں۔ ان کتابوں میں معاشرتی فہم وادراک ہے۔ علامہ جاحظ کہتے ہیں: ''کتاب وہ ساتھی اور دوست ہے، جو تمہیں اکیلا نہیں چھوڑتا۔''یعنی تنہائی میں بھی ساتھی ہے۔ کتاب کبھی بھی تمھیں حقیر نہیں سمجھتی۔ بایں معنی کہ معاشرے میں وہ تمھیں اپنے مطالعے سے اونچا کرے گی۔ ذہن وفکر میں دانش اور ذہانت کے خزانے عطا کرے گی۔ کتاب معاشرے میں اجتماعیت اور معقولیت کا درس دیتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ ایک مکتبے میں بیٹھے تھے۔ کسی نے کہا کہ ''اے عبد اللہ! آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں بیٹھتے۔ ہم جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں، آپ کتب خانے میں ہوتے ہیں یا کتاب ہاتھ میں ہوتی ہے۔'' عبد اللہ بن مبارک نے کہا: ''آپ کیوں یہ پسند نہیں کرتے کہ میں ہر وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا رہوں۔ ان کی صحبت میں رہوں۔ کیوں کہ میں احادیث اور فقہاء کے اقوال کا مطالعہ کرتا ہوں۔ یہ ایسا ہی ہے، جیسے میں ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ اس میں انہی کی صحبت جیسا اثر اور اجر وثواب ہے۔'' اسی طرح عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ''میں جب کسی آدمی کی کتاب یا مضمون پڑھتا ہوں، اگرچہ وہ سامنے ہو تو مجھے اس کی عقل اور سمجھ داری کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگر تصنیف معیاری اور دینی وعلمی معیار پر پوری اترتی ہے تو وہ قابل مدح ٹھہرے گا اور لوگ اس سے استفادہ کریں گے۔ اسی طرح امام سخاوی رحمہ اللہ نے

بے شمار بیش قیمت کتابیں لکھیں۔ کہتے ہیں ”میں جب بھی چاہتا ہوں کہ اسلاف اور مجتہدین کی قدر وقیمت معلوم کروں تو جلد ہی کسی کتاب کی تلاش کرنا شروع کر دیتا ہوں۔“ کتاب کے مطالعے کے بعد نہ ٹوٹنے والا رشتہ اور بہت زیادہ قرب پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ مرشد اور کی طرح میری اصلاح اور تزکیہ کرتی ہے۔ اسی طرح کچھ علماء کا کہنا ہے کہ: اَلْكُتُبُ بَسَاتِينُ الْعُقَلَاءِ۔ جس طرح عام لوگوں کے لیے زمین پر پھل پھول کے درخت دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں، علماء، دانشور کتاب سے محبت رکھتے ہیں۔ اس سے ان کی روح خوشی محسوس کرتی ہے۔ بے شک جہاں تک ہم کتاب سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اٹھانا چاہیے۔ اگر کسی کتاب کے مؤلف اس کی گہرائی میں نہ جائیں، تو ممکن ہے لوگ اس کی وجہ سے فتنوں اور آفتوں میں پڑ جائیں۔ کیوں کہ اسلام دشمن اگر ایک جانب ہمارے دین، عقیدے اور وحدت کے خلاف سیاسی، فوجی اور طرح طرح کے حربے آزمارہے ہیں تو وہ کتاب کے ذریعے بھی اس بات کی شدید کوشش کر رہے ہیں کہ ہماری معاشرتی اقدار، نظم ونسق اور اعتقادات کو تباہ کر دیں۔ نئی نسل کو بے دینی اور گمراہی کے کھنڈر میں اتاریں۔ جو ہم عملی طور اپنے ملک عزیز افغانستان میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ اسلامی شعائر کے خلاف خصوصی طور پر نوجوانوں میں اختلافات ڈال رہے ہیں۔ ذمہ دار ادارے اور علمی حلقے اس جانب بھرپور توجہ دیں۔ ہر نئی تالیف اور کتاب پڑھیں۔ لوگوں کو مثبت اور منفی اغراض سے آگاہ رکھیں۔

نکتہ:

اگرچہ اب دنیا نے بہت ترقی کر لی ہے اور قلم اور کاغذ کی جگہ برقی ذرائع سامنے آ گئے ہیں۔ جیسے کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ مگر تازہ ترین تحقیقات نے یہ واضح کر دیا کہ قلم اور کاغذ کا کام اور مطالعہ برقی وسائل کی بہ نسبت زیادہ انسانی حافظے اور استعداد کے لیے مفید ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے: قلم اور کاغذ کے ذریعے کوئی بات لکھنے سے بات جلدی سمجھ آتی ہے۔ جب قلم کے ذریعے کاغذ پر کچھ لکھا جاتا ہے تو انسانی دماغ میں اس کے لیے مرکز اور خزانہ کھل جاتا ہے۔ یہ وہاں مضبوطی پیدا کرتا ہے۔ 2010 میں لندن آکسفورڈ یونیورسٹی نے اپنی ایک تحقیق کے حوالے سے بتایا کہ ”ہم نے بچوں پر ایک تحقیق کی۔ ان سے کہا گیا کہ یہ جملہ لکھو! تو وہ ان بچوں کی بہ نسبت جنہیں یہ جملہ لکھنے کا نہیں گیا تھا، جلد یاد ہو گیا۔ کیوں کہ دماغ کا وہ حصہ جو چیزوں کو یاد اور محفوظ رکھتا ہے، جلد اور بہتر کام کرنے لگتا ہے۔ 2009 میں ایک امریکی یونیورسٹی نے اپنی تحقیق میں ثابت کیا تھا کہ ”اگر کوئی شخص اپنی تحقیق اور تحریر کاغذ پر لکھنے سے قبل کمپیوٹر میں لکھے تو اس کا علمی معیار کمزور اور جملہ بندی منظم نہیں ہوتی۔“ تحقیق بتاتی ہے کہ قلم کے ذریعے لکھنا کمپیوٹر کی بہ نسبت دماغ کو تازہ اور حافظے کو ٹھیک رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ دماغ کے لیے ایک قسم کی ورزش بھی ہے۔

یاد رکھنے کی باتیں:

لکھنے کے دوران اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ آپ کا مخاطب اور قاری نقاد، شکی مزاج اور ہوشیار ہے۔ وہ آپ کی ہر سطر کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تحریر کے اہم نکتے اور بنیادی مقصد کے بیان میں عجلت سے کام نہ لیں۔ کوشش کریں تحریر یا کتاب لکھتے ہوئے خود کو غیر جانب دار ثابت کریں۔ تعصب اور تکلف سے کام نہ لیں۔ محاذ آرائی نہ ہو۔ ایسا لہجہ استعمال نہ کریں، جس سے قارئین کا اعتماد ٹوٹ جائے۔ اپنی تحریر اور کتاب کے عنوانات اور فصلوں میں تجربے اور مہارت پر اکتفا نہ کریں، بلکہ دوسرے ماہر عالم سے بھی اس حوالے سے مشورہ کریں۔ ہمیشہ یہ سوچیں کہ آپ کے قارئین بے حوصلہ اور منفی ذہن کے لوگ ہیں۔ اس لیے پیچیدہ اور ایسے جملے جس سے ذہن مشکلات اور تشویش میں مبتلا ہو، استعمال نہ کریں۔ تحریر کا ایک حسن یہ ہے کہ جملوں میں خوب صورت الفاظ، واضح تعبیرات اور غیر مکرر الفاظ لائے جائیں۔ اگر کسی موضوع پر آپ کو گہرائی حاصل نہ ہو تو فضول میں ان کے لیے دردسر نہ بنیں۔ صاف صاف پوری جرأت کے ساتھ کہہ دیں کہ اس موضوع پر میری معلومات اور فہم یہیں تک تھا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس حوالے سے مزید معلومات حاصل کریں تو ان کتب کی جانب رجوع کریں۔

اس بات پر یقین رکھیں اگر آپ کے ذہن میں کسی چیز کا ایک مفہوم بیٹھ جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے علاوہ اس کا کوئی مفہوم نہیں ہے، بلکہ ہو سکتا ہے ایک تعبیر کی سیکڑوں دیگر تعبیرات بھی ہوں۔

اسلام میں سلام کی حکمت اور اہمیت

شیخ الحدیث اسحاق زئی

قارئین جانتے ہیں کہ لکھاری احباب کبھی مکلف اور مجبور ہو کر، کبھی ایمانی اور اسلامی فریضہ کی ادائیگی کے لحاظ سے اور کبھی اپنے ذوق اور شوق کی بناء پر مضامین لکھتے ہیں تاکہ وہ موجودہ اور آئندہ لوگوں کے لئے کے مفید ثابت ہو سکے، حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کی حکمت اور حقیقت سے واقف نہ ہو تو وہ اس کا احترام سمجھنے سے بھی قاصر رہے گا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے ذہن، وجود اور دماغ کی صلاحیت کے مطابق تعلیم حاصل کرے کیونکہ یہ انسانی معاشرے کی اہم ضرورت ہے۔ میں نے بھی تحریر لکھنے کی کوشش کی، اللہ تعالی مجھے توفیق دے کہ میں خود بھی اس رسالہ سے نفع حاصل کروں اور دوسرے احباب کے لئے بھی مفید ثابت رہے، میرے ایک دوست نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ (اسلام میں سلام کی حکمت اور اہمیت) کے عنوان سے ایک تحریر لکھیں، میں نے اللہ سے مدد مانگنے کی دعا کی اور تحریر کا آغاز کر دیا، کیونکہ میری تحریر میں املاء اور انشاء کے نقائص کے علاوہ علم اور دانست کی کمی بھی ہے، قارئین مجھ پر تنقید کرنے کے بجائے میری رہنمائی کریں۔ و من اللہ توفیق۔

سلام سے مراد دراصل سلامتی، امن اور عافیت ہے اور سلام بہت بڑی دعا اور خیر خواہی ہے اور اس سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے المفردات میں لکھا ہے: السلام التعري من الآفات الظاهرة والباطنة. یعنی ظاہری اور باطنی آفات و مصائب سے محفوظ رہنا" پس جب ہم کسی کو "السلام علیکم" کہتے ہیں تو اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ "تم جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر عافیت میں رہو "تمہاری دنیا اور آخرت کی زندگی کے تمام معمولات اور انجام، امن اور عافیت والے ہوں۔

سلام کا مطلب فقہا کی نظر میں یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو السلام علیکم کہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی آپ کو میرے اور دوسروں کے شر سے محفوظ رکھے۔

سلام کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ سلام ادا کرنے والا مسلمان دوسرے مسلمان کی خیر، فلاح اور کامیابی چاہتا ہے، کیونکہ سلام سے انسان ایک دوسرے کے قریب آتا ہے۔ باہم پیار و محبت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح وعلیکم السلام کہہ کر سلام کا جواب دینے والا مسلمان دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو تمام دنیاوی اور اخروی مشکلات سے محفوظ رکھے، نیز جواب دینے والا اس کے اور دوسروں کے شر سے حفاظت اور سلام ادا کرنے والا کے لئے خیر اور فلاح کی دعا کرتا ہے، جو ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کا مظہر ہے، سلام کی حکمت یہ ہے کہ دو مسلمانوں کے درمیان محبت پیدا ہو، اس لئے ایک دوسرے کے لئے دعا گو ہیں. اور اسی بنیاد پر غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر اس کے ساتھ دوسرے مبارک الفاظ بھی استعمال کریں تو ثواب (30) اور (20) اور (10) کے برابر ہو گا، مثلاً کوئی السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ کے الفاظ کہے تو (30) کے برابر ثواب ملے گا۔ السلام علیکم کہنے والے کو دس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے والے کو بیس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے والے کو تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! سلام کا بہتر جواب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی آپ کو "السلام علیکم" کہے، آپ اسے یوں جواب دیں " وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ" اگر کوئی آپ کو "السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہے" تو آپ اس کو جواب دیں "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ " تو صحابہ نے عرض کیا اگر کوئی اس طرح کرے "السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ " تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ اس نے آپ کے لئے فضیلت کا کوئی کلمہ نہیں چھوڑا، لہٰذا آپ اسے کہیں " وعلیکم "(یعنی جتنا سلام تم نے مجھے کیا اتنا ہی آپ پر ہو۔

آج کل کے دور میں عوام الناس صرف وعلیکم کہتے ہیں، ظاہری طور پر تو یہ جائز ہے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے منافی عمل ہے کیونکہ یہود جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں سلام کے الفاظ میں تحریف کر کے صرف "سام علیکم" [یعنی تمہیں موت آئے] کہتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی صرف وعلیکم سے جواب دیتے تھے۔

سلام سے ہمارے معاشرے میں محبت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ مسلمانوں کا آپس میں پیار و محبت کا رشتہ سلام کی وجہ سے قائم ہو گا، سلام کو عام کرنا چاہیے۔ قرآن پاک میں بھی سلام کی کئی مثالیں موجود ہیں، جنت میں بھی اللہ تعالی اور ملائکہ کی جانب سے سلام ثابت ہے، جب اخروی زندگی میں سلام ثابت ہے تو دنیا کی زندگی میں اللہ تعالی کی طرف سے ہمارے لئے عظیم تحفہ ہے، قرآن مجید میں اس بات کا تذکرہ کثرت سے موجود ہے کہ جنت کی بولی سلام، سلام ہو گی، اسی طرح قرآن پاک میں سلام بیزاری کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، لیکن بہت ساری جگہوں پر اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کی ستائش کے لئے سلام کا ذکر کیا ہے، سورۃ اعراف کی آیت ہے ﴿وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَن سَلَامٌ عَلَيْكُمْ...٤٦﴾.. سورۃ الأعراف "تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔" نیز سورۃ ھود کی آیت نمبر 48 میں ﴿قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ﴾ صیغہ مجہول کے ساتھ حکم ہو، اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جاؤ، جب زمین پانی اگل رہی تھی، آسمان سے موسلا دھار باش جاری تھی۔ اس طوفانی دھارے میں جبکہ سب پہاڑوں کی چوٹیاں زیر آب آچکی تھیں، تو اگر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ان متلاطم موجوں پر سلامت تھی تو دراصل یہ اللہ تعالی کا وہ پیغام تھا جو لفظ سلامتی کے ناطے سے حضرت نوح علیہ السلام کو پہنچا تھا۔ نیز سورۃ رعد کی آیت نمبر 24 میں اللہ تعالی جنت میں مسلمانوں کو خوشخبری دیتا ہے (سَلَٰمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى ٱلدَّارِ) تم پر سلامتی یہ تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر بہت خوب ہے۔" حضرت یحییٰ کی پیدائش پر اللہ جل شانہ کی طرف سے "پیغام سلامتی" یوں سنایا گیا اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ان پر سلام اور رحمت ہے "بن باپ پیدا ہونے کے ناطے سے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازک وقت آیا تو ان کی زبان پر اللہ تعالی کی طرف سے سلامتی کا اعلان اس طرح ہوا: ﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔ اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مجھے موت آئے گی اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤ گا مجھ پر سلام اور رحمت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر زندگی میں سب سے مشکل وقت وہ تھا جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈالا، اللہ تعالی کی طرف سے فوراً" پیغام سلامتی" پہنچا: ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۔ ہم نے حکم دیا، اے آگ! تو سرد ہو جا اور ابراہیم کے لیئے موجب سلامتی بن جا۔ اسی طرح (واذا خاطبهم الجهلون قالو سلماً) "نیک لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب وہ جاہل لوگوں کا سامنا کریں گے تو بیزاری کا اعلان کریں گے۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے کہ ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۔ "پروردگار مہربان کی طرف سے سلام (کہا جائے گا) یعنی سلامتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ ہے جو انسانوں کی مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام پر جب مشکل وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ﴾ تمام جہانوں میں نوح پر سلامتی ہو" جب ابراہیم علیہ اسلام تمام امتحانوں میں کامیاب ہوئے اور مشکلات پر صبر کیا تو اللہ تعالی نے انہیں سلامتی کی خوشخبری دی، اُنہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعے سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب ان کے والد نے ان کو گھر سے نکال دیا تو جاتے ہوئے اُنہوں نے بھی سلام علیک کہا تھا اور ملتِ ابراہیمی کی پیروی کا قرآنِ مجید میں ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس سلام میں بھی ترکِ مخاطبت کا اظہار ہے جیسا کہ اوپر کی آیات میں اس بات کا ذکر ہوا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔ لیکن جب اُنہیں معلوم ہوا کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے براءت کا اظہار فرما دیا۔ (سلام علی ابراهیم) اس کے علاوہ جب "! فرعون جیسے ظالم اور جابر بادشاہ کے دربار میں جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سلامتی کا پیغام سنایا: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر سلام ہو۔ نیز حضرت الیاس علیہ السلام پر سلامتی کا اعلان اس طرح ہوا: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ﴾ اور الیاسین پر سلام ہو۔ "اللہ جل شانہ نے تمام پیغمبروں کو سلامتی سے نوازا، فرمایا: ﴿وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ﴾ پیغمبروں پر سلام ہو" . حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دائمی سلامتی کا اعلان اس طرح ہوا: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ اللہ جل شانہ اور اس کے فرشتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے اہل ایمان! تم بھی پیغمبر صلی علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا کرو۔

اور جنت کے داروغے اہل ایمان کو خوشخبریاں سنائیں گے: ﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ تو داروغہ جنت

ان سے کہے گا۔ تم پر سلام ہو، تم بہت اچھے رہے۔ اب اس میں ہمیشہ کے لیئے داخل ہو جاؤ۔ "﴿ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ﴾۔ اس (جنت) میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ "﴿وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَن سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾ تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ "لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا۔ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا" (وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ، وہاں ان کا کلام سلام، سلام ہو گا۔ "مشکلات پر صبر کرنے کے بعد موسی علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے لئے خوشخبری کا اعلان کیا گیا (سلام علی موسی وھارون انا کذالک نجزی المحسنین)، قرآن پاک میں لیلۃ القدر کی قدر و منزلت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے. (سلام ھی حتی مطلع الفجر) اللہ تعالی نے اس مبارک رات میں رحمت کا اعلان کیا اللہ تعالی ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

سلام کی حکمت کے سلسلے میں اللہ تعالی نے قرآن پاک میں جو ارشادات ذکر کئے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو یقیناً اس مقدس کلمات کو ہمارے معاشرے میں عام کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، ہمارے معاشرے میں سلام مروج ہے، اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت کو سلام عام کرنے کی ہدایت کی ہے، جامع الترمذی جلد دوئم ابواب الاستیذان والادب میں سلام سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثرت سے موجود ہیں، ذیل میں حسب استطاعت اختصار کے ساتھ چند احادیث قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

رسول اکرم صلی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تدخلون الجنة حتي تومنوا ولا تومنوا حتي تحابوا الا ادلكم علي شئي اذا فعلتموه تحابتم افشوا السلام بينكم۔ "تم اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور اس وقت تک مومن نہ ہو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں کہ جس ہر عمل کرنے سے تم باہم محبت کرنے لگو: یہ کے سلام کو خوب پھیلاؤ"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی! جب ہم ملاقات کریں تو "سلام" میں کون پہل کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اطوعکم لله تعالي) "جو تم میں سے اللہ تعالی کا زیادہ فرمانبردار ہے۔ اگر دو ملاقات کرنے والے مقام و مرتبے میں برابر ہوں تو حدیث میں آتا ہے کہ "وخيرهما الذي يبدا بالسلام" (بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: "الماشيان اذا اجتمعا فايهما بدا بالسلام فهو افضل" (دو پیدل چلنے والے جب آپس میں ملاقات کریں تو سلام میں پہل کرنے والا افضل ہے (ترمذی شریف میں ہے "(ان اولي الناس بالله من بدأ بالسلام)" لوگوں میں سے اللہ تعالی کی نظر میں وہ بہتر ہے جو سلام میں پہل کرے۔

چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ حدیث میں ہے ": کہ چھوٹے پر لازم ہے کہ وہ اپنے سے بڑے کو سلام کہے اور جو آدمی پیدل چل رہا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کہے جو تعداد میں تھوڑے ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ کو سلام کہیں، ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، اور جو آدمی اپنے سے بڑے کا احترام نہیں کرتا اور چھوٹے پر رحم نہیں کرتا وہ ہماری امت کا فرد نہیں "اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ چھوٹوں پر بڑوں کا احترام لازم ہے، اسی لیئے چھوٹوں پر لازم کیا گیا کہ وہ بڑوں کو "سلام" کہیں۔ لیکن چھوٹے بچوں کی تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ بڑے چھوٹوں کو سلام کہیں۔ اس طرح ان کی سلام کی عادت پختہ ہو گی اور وہ خود بڑوں کو احترام میں انہیں "سلام کرنے میں پہل کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند لڑکوں کے پاس سے گزرے تو اُنہیں سلام کیا۔

سوار پیدل کو سلام کہے۔ فرمایا: "پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور سوار پیدل کو سلام کہے"۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیٹھنے والے کو کبھی آنے والے شخص سے ضرر) نقصان وغیرہ) کا خطرہ ہو سکتا ہے تو سلام کہنے سے ضرر (یعنی تکلیف) کا خطرہ جاتا رہے گا۔

گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام کہنا۔ آداب سلام میں سے یہ بھی ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت اور گھر سے نکلتے وقت اہل و عیال کو "سلام" کہنا چاہیئے۔ سورہ نور میں ارشاد ہے۔ "جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کہو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے"۔ شریعت کا یہ حکم ہے کہ اپنے گھروں کے علاوہ جب کسی جب کسی دوسرے کے گھر جانا مقصود ہو تو بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل نہ ہو، اور اجازت مانگنے کا سلیقہ یہ ہے کہ دروازے سے باہر کھڑے ہو کر گھر والوں کو اونچی آواز سے سلام کہا جائے، جس کے الفاظ یہ ہوں: السلام وعلیکم یا اہل البیت "فرمان باری ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ)"اے ایمان والوں اپنے گھروں کے سواجب دوسروں کے گھرں میں جانا مقصود ہواو اہل خانہ سے اجازت لیے بغیر اور ان کو "سلام" کہے بغیر داخل نہ ہوا کرو، یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے یا غیر کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے "سلام" کرناضروری ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کے اگر گھر میں کوئی آدمی موجود نہ ہو تو بھی سلام کہناچاہئے، اس لیئے کہ فرشتے اس کے سلام کاجواب دیتے ہیں ۔

غیر مسلموں کو سلام۔ اگر ایک محفل میں مسلم اور غیر مسلم اکھٹے موجود ہوں تواس وقت مسلمان کو ان الفاظ کے ساتھ سلام ادا کرناچاہیے کہ (السلام علی من التبیع الھدی) مطلب یہ ہے کہ میر اسلام اس کے لئے ہے جو ہدایت کی پیروی کرتاہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ سلام کا لفظ مسلمانوں کے درمیان میں مصالحت، خیر اور خیر اخواہی کی علامت ہے، یہ مقدس الفاظ غیر مسلموں میں مستعمل نہیں ہیں، اور یہ اللہ کے رسول کے حکم کی اطاعت ہے، غیر مسلموں کو سلام کہنے میں پہل نہیں کرنی چاہیے، اس کا سبب یہ ہے کہ سلام سلامتی کی دعاہے ،امن اور عافیت کا پیغام ہے جو غیر مسلموں کے لیے جائز نہیں۔ لیکن اگر کسی مخلوط محفل میں مسلمان اور غیر مسلم اکھٹے موجود ہوں تو سلام کہنے میں کوئی حرج نہیں ۔حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:ان رسول اللہ مر بمجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین عبدۃ الاوثان والیھود فسلم علیہ. رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر اہل کتاب تمہیں راستے میں سلام کہنے میں پہل کریں تو تم انہیں "وعلیکم "کہہ دو "اذا سلم علیکم اھل الکتاب فقولوا وعلیکم "بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اذا سلم علیکم الیھود فانما یقول احدھم السام علیك فقل وعلیك"۔"جب تمہیں یہود "سلام" کہیں تو ان میں سے اگر کوئی یہ کہے "السام علیک "(تم پر ہلاکت ہو)تو"وعلیک" کہہ دو۔"یہ جو فرمایا انہیں تنگ راستے سے گزرنے پر مجبور کرو، تو یہ اسلام کی سر فرازی کا مسئلہ ہے، اسلام زمانے میں دبنے کے لیے نہیں آیا۔

سلام کے آداب۔ قرآن وسنت نے صرف "سلام" کی اہمیت ہی بیان نہیں کی بلکہ "سلام" کے آداب کی طرف بھی ہماری رہنمائی کی ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا:﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾" ۔اور جب تمہیں کوئی ایک "سلام" کہے تو تم اس کے سلام کا بہتر انداز سے جواب دو یا کم از کم اتنا ہی لوٹا دو ۔بے شک اللہ جل شانہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔"اس سے مفسرین نے استنباط کیاہے کہ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کاجواب دیناواجب ہے۔

کن لوگوں کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ سلام کے آداب یہ ہیں کہ کھانے اور پینے میں مصروف، بیت الخلا یا حمام میں داخل ،سوئے ہوئے ،نماز میں مصروف اور اذان دینے والے کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ رات کے وقت اتنی آواز سے سلام کرے کہ جاگنے والا سن لے اور سونے والا بیدار نہ ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو اللہ تعالی نے ان سے کہا: آدم!کچھ فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں، انہیں جاکر سلام کہو، حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں جاکر السلام علیکم کہا، فرشتوں نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام قیامت تک تیری ذریت (اولاد) کا یہی سلام ہو گا۔

سلام سلامتی اور عافیت کی دعاہے ،اس لئے ہر نماز کا اختتام بھی السلام علیکم سے کرتے ہیں اور نماز کے بعد سلامتی کی دعاہم مانگتے ہیں۔ اے اللہ!تو سلامتی کا منبع ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے، اے عزت اور بزرگی کے مالک تیری ذات ہی بابرکت ہے۔"معلوم ہوا کہ جنت میں ہر طرف سلامتی ہی سلامتی کی صدائیں ہوں گی تو پھر کیوں نہ ہم دنیا میں بھی انہی صداؤں کو عام کریں۔ سلام اسلامی شعائر میں سے ایک جزہے اور آج کل اس سنت پر کسی حد تک عمل بھی ہو رہا ہے لیکن مجموعی طور پر اسلامی شعائر کے حوالے سے مسلمان کمزور ہیں جیسے معاملات، احکام، بیوع، قود، مکافات، مجازات، جہاد اور دینی علم، ہمارے معاشرے میں ان پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے، اور جو لوگ ان پر عمل درآمد کا مطالبہ کررہے ہیں انہیں پست نگاہ سے دیکھاجاتاہے اور کہاجاتاہے کہ یہ اسلامی شعائر موجودہ زمانے کے حالات سے متصادم ہیں، آج کا دور ٹیکنالوجی اور سائنسی علوم کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم خوار اور ذلت سے دوچار ہیں، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اسلامی شعائر کی عقیدت اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ امین

داعش کے متعدد کمانڈروں کا عالی قدر امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور سے

بیعت کا اعلان

صوبہ ننگرہار میں متعدد داعشی کمانڈروں نے ساتھیوں کے ہمراہ داعش کے صف کو چھوڑ کر عالی قدر امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ سے بیعت کا اعلان کیا۔ بیعت کرنے والوں کا اعلان اور تحریر نامہ درج ذیل ہے۔

معززین کرام! یہ کہ ماضی میں ہم امارت اسلامیہ کی رہبری میں مقدس جہاد کے فریضے کو احسن اور پر خلوص فضا میں آگے بڑھا رہے تھے، مگر ہمارے خیال میں چند مسائل اور مشکلات ایسے تھے جو امارت اسلامیہ کی استحکام، وحدت، قیام اور عروج کی راہ میں رکاوٹ اور ساتھیوں کے درمیان بے اعتمادی اور فاصلے کا سبب تھے، جو آخرکار داعش یا دولت اسلامیہ کے گروہ سے ہماری وابستگی کے باعث بنے۔ لیکن بد قسمتی سے داعش کی مجہول اور اندھی پالیسی، مظلوم افغانوں کا بے دریغ قتل عام، تشدد، جائیداد و اموال کا غصب، لوٹ مار و بد عنوانی، آتشزدگی، اغوء کاری، قومی بااثر اشخاص سے غداری، تعلیمی، طبی اور عام سہولیات اور ترقی سے عوامی محرومیت، عام مصلحتوں کو مد نظر نہ رکھنا، جائز تساہل کی جگہ تشدد کو اپنانا، اکثر افراد تکفیری نظریہ کے حامل تھے، سطحی دین تطبیق کرنا، ان مسائل، مظالم کے روک تھام کے لیے حل اور اصلاح کے مشروع معقول اور منظم طریقہ نہ اپنانا، مختصر یہ کہ افغانوں کی زخموں پر مرہم پٹی نہ کرنا۔ آخرکار امارت اسلامیہ کے بعض ساتھیوں کے ذریعے امارت اسلامیہ کے مثبت اور مثمر افہام و تفہیم اور توافق کے باعث ہماری آنکھیں کھل گئیں اور اب ہماری ضمیر کسی صورت قبول نہیں کرتا کہ اس گروہ (داعش) میں موجود رہیں۔ فلہذا محمدی شریعت کی روشنی میں ہم نے اپنے تمام ساتھی مجاہدین سمیت داعش کی قیادت سے اپنی بیعت اور تعاون کو قطع اور وطن عزیز میں جہاد کے مقدس فریضے کو اسرانجام دینے اور حقیقی اسلامی نظام کے قیام کی خاطر امارت اسلامیہ کے نئے زعیم عالی قدر امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ سے اپنے بیعت کا اعلان ہمہ پہلو تعاون، جدوجہد اور احترام دل کی گہرائیوں سے کرتے ہیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام کی سربلندی کی امید سے، داعش خراسان کے مرکزی شوریٰ کے موجودہ رکن اور نظم والاحتساب ادارے کے نائب محمد ادریس سیرت اور ساتھی۔

: 1 قاضی سید احمد (اسد اللہ) خراسان عدالتی شعبے کے سابق رکن۔

: 2 عصمت خراسان مرکزی شوریٰ کے سابق رکن، خراسان میں موجودہ قیدیوں کا انچارج اور کمانڈر۔

: 3 مولوی ڈاکٹر یاسر حنفی، زاوہ کے انچارج اور کمانڈر۔

: 4 مولوی عبد الحسیب الہام کمانڈر اور ضلع خوگیانی کے تشکیلات کا انچارج۔

: 5 مولوی ابو حامد کمانڈر اور ضلع دہ بالا کے قاضی۔

: 6 محمد زمان عباس کمانڈر۔

: 7 قاری نصرت کمانڈر اور ضلع خوگیانی کے مرکز کا انچارج۔

دیگر کمانڈروں کے اسماء: مولوی جابر، قاری مجاہد، شاہد جاوید، اسامہ، احمد، عثمانی، مرتضی، مؤمن، ثاقب، سعید احسان اور دیگر ساتھی۔

جناب الحاج حافظ ملا عبدالقیوم ذاکر صاحب کا اعلانِ بیعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادران گرامی! الحمدللہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ تحریک اسلامی طالبان افغانستان، عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی زیر قیادت افغانستان میں اسلامی نظام کے قیام کی خاطر شروع ہوئی، ہم اور آپ اس نظام کی خاطر لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کیساتھ ساتھ تمام مادی اور معنوی سرمایہ سے دستبردار ہوکر آخرکار کامیابی کی منزل پر پہنچ گئے، جیسا کہ عالم کفر کے ارادے کے خلاف افغانستان میں امارت اسلامیہ قائم ہوئی، لیکن صلیبی دنیا اور استعمار ایسے مقدس نظام کو برداشت نہ کرسکا، تو امارت اسلامیہ کے امتحان کا نیا سلسلہ شروع ہوا، مگر عالی قدر امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کی نصرت سے تمام عالم کفر کے منحوس امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ جب عالی قدر امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی وفات کی خبر منظر عام پر آئی، تو میرے پاس امارت اسلامیہ کے ہمہ پہلو کامیابی، استقلال، نظام کی بہبودی، صف کو متحد رکھنے اور ساتھ ساتھ موجودہ مسائل کے حل کی خاطر چند شرعی ملحوظات تھے۔ للہ الحمد ساتھیوں کی مکمل سعی اور کوشش سے ان شرعی ملحوظات کے نفاذ پر موافقہ ہوا۔ اللہ تعالی تمام ساتھیوں کو اجر عظیم اور نعم البدل عطا فرمائے۔

جناب ملا اختر محمد منصور ہمارے قائد ہیں، میرا ان کیساتھ شرعی دائرے میں بیعت ہے۔ ان شاء اللہ حسب توفیق اور استطاعت شریعت کے دائرے میں ان کی اطاعت کرونگا۔

والی اللہ المشتکی حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر ونفوض امورنا الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

اخوکم فی اللہ الحاج حافظ ملا عبدالقیوم ذاکر

21 جمادی الثانی 1437ھ بمطابق 30/مارچ 2016

ایک اہم خبر

عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے برادر محترم ملا عبدالمنان عمری کو مجلس شوریٰ کی طرف سے مجلس شوریٰ کی رکنیت اور دعوت وارشاد کمیشن کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے جو انہوں نے قبول کرلی ہے۔

اسی طرح امیر المومنین رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے مولوی محمد یعقوب کو بھی مجلس شوریٰ کی جانب سے مجلس شوریٰ کی رکنیت اور 15 صوبوں کی عسکری امور کی نگرانی سونپ دی گئی ہے جسے انہوں نے قبول کرکے دلجمعی سے اپنا کام شروع کردیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں شخصیات کی طرف ذمہ داریوں کی قبولیت امارت اسلامیہ کے لیے خوشی کی بات ہے امید ہے مجاہدین ان کی نگرانی میں مزید بہتر کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

VVVVVVVVVV

افغان امن کے بارے میں غلط تصورات

منہاج

امن دو قسم کا ہوتا ہے:

پہلا: واقعی امن ہے

دوسرا: کابل کے موجودہ حکمران طبقے کیلئے حکومتی مدت پوری کرنے کیلئے محفوظ راستہ دینے کا نام امن ہے۔ امن کیلئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر جو کوششیں جاری ہیں اگر غور کیا جائے تو یہ واقعی امن کیلئے نہیں بلکہ اس لئے ہیں کہ موجودہ تخت نشین افراد کیلئے جنگ میں الجھے بغیر حکومت کر سکیں اور آسانی سے اپنے آقاؤں کے دیئے گئے مشن کو آگے بڑھائیں۔

اس وقت ملک میں امن وامان کی بقا کیلئے مختلف نظریات پیش کئے جاتے ہیں جن میں تقریباً تمام یقینی امن کیلئے نہیں ہیں بلکہ ان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ:

۱: سیاسی طور پر طالبان حکومت میں شریک ہوں۔

۲: طالبان کے خلاف شدید مسلح جنگ کے ذریعے امن بحال کیا جائے۔

پہلا تصور اس لئے غلط ہے کہ طالبان سیاسی طاقت اور چند حکومتی وزارتوں کیلئے نہیں لڑتے اگر طالبان کی جنگ منصب کے حصول کیلئے ہوتی تو طالبان چند سال قبل امن کے اس فارمولے پر راضی ہو چکے ہوتے۔ اگر مقصد منصب ہی ہوتا تو اپنی حکومت قائم تھی طالبان کی، بس چند شرائط رکھی جاتیں، وہ تسلیم کر لیتے تو ان کی حکومت بچ سکتی تھی، امریکا کے چند مطالبے پس پردہ مان کر کچھ بھی بگڑنے والا نہیں تھا، اس کے بدلے افغانستان سے اقتصادی پابندیاں اٹھا کر سرکاری طور پر اسے تسلیم بھی کیا جاتا۔

امن کے دوسرے تصور کے غلط ہونے میں کسی کو شبہ نہیں کیونکہ گذشتہ پندرہ سال سے ہم اس بات کے عینی شاہد ہیں کہ طالبان امریکا اور نیٹو کی بے پناہ فوجی اور انٹیلی جنس طاقت کے باوجود آئے روز مضبوط ہو رہے ہیں اور اب انہوں نے ایک مضبوط سیاسی اور فوجی قوت کے طور پر خود کو دنیا میں منوالیا ہے یہاں تک کہ اس خطے کی بڑی قوتیں ان سے رابطوں کی تگ ودو میں ہیں۔

طالبان کی موجودہ جدوجہد انگریزوں، روسیوں اور ان کے کاسہ لیسوں سیکولر، کمیونسٹ اور نیشنلسٹ گروہوں کے خلاف اس جدوجہد کا تسلسل ہے جو گذشتہ دو صدیوں سے مختلف اوقات میں افغانستان کی آزادی اور ایک شرعی نظام کے نفاذ کیلئے شروع کی گئی تھی۔

افغانستان میں امن اس وقت قائم ہو گا جب افغانستان کے سیکولر، نیشنلسٹ اور کمیونسٹ اور ان کے مقامی حامی افراد افغانستان کی تاریخی حقائق کو تسلیم کریں اور افغانوں کے اسلامی عقیدے، اصل افغان ثقافت اور جغرافیائی اسٹریٹیجی میں تغیرات سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ افغانوں کو آزاد اور سچے اسلامی شرعی نظام کے سائے تلے زندگی گذارنے کا موقع دیں تاکہ ان کے حکمران دیندار، صالح اور آزاد اشخاص ہوں، افغانستان کو دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ، ترقی، تمدن اور تہذیب یافتہ جیسے الفاظ کے نام پر مزید تباہی سے بچایا جائے۔

اس کے بغیر نہ افغانستان میں امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ جنگ ختم ہو سکتی، البتہ اگر کچھ کمی آ بھی جائے تو وہ مختصر وقت کیلئے ہو گی۔

vvvvvvvvvv

جمادی الاولیٰ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	28		10	4	79	15	8	6	6	
2-	ہلمند	104	2	4	2	251	131	37	1	2	1
3-	غزنی	15				16	15	4	1	1	
4-	خوست	39				86	53	15	4	1	
5-	نورستان	21				36	24	12		1	
6-	میدان وردگ	1				5	10	0			
7-	کونڑ	10				17	8	6			
8-	پکتیکا	15				12	5	6		1	
9-	زابل	25				36	58	5	3	10	
10-	لوگر	19				32	45	9	1	2	
11-	کاپیسا	82				63	54	6			
12-	روزگان	25				41	49	7			
13-	پکتیا	23				33	32	6		4	
14-	فراہ	35				56	44	9			
15-	کابل	12				26	8	7	2		
16-	ننگرہار	50				76	41	20			
17-	لغمان	47				92	75	13			
18-	ہرات	6				3	7	1			
19-	نیمروز	26				26	21	8	1		
20-	بادغیس	7				16	16	2			
21-	قندوز	7				13	9	2		2	
22-	بغلان	24			1	33	11	11			
23-	فاریاب	18		4	6	74	20	3	4	13	
24-	غور	15		5	6	95	20	5	5	3	
25-	پروان	1				1	0	0			
26-	تخار	7				37	19	5	5		
27-	سمنگان										
28-	بدخشان	6				19	18	1	2	3	
29-	بامیان										
30-	بلخ	15				30	37	6		1	
31-	جوزجان	13				48	49	14	1	6	
32-	دائی کنڈی	1				0	1	0			
33-	سرپل	2				2	0	0			
34-	پنج شیر										
مجموعہ		699	2	23	19	1354	895	228	36	56	1
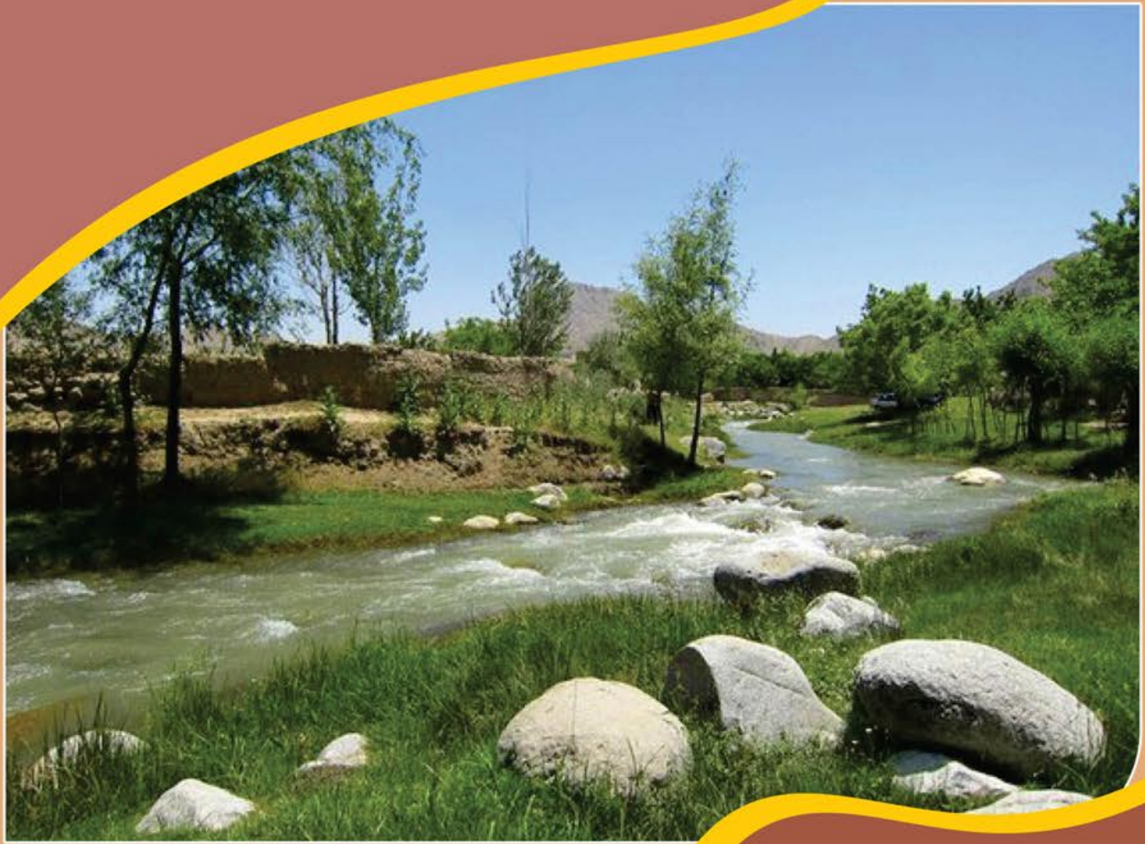
SHARIAT
Monthly islamic magazine
5th year April 2016